کان سے ہر قسم کی کتابیں اردو ناگری انگریزی لالہ باسدیو تاجر کتب شہر میرٹھ واقع خیر نگر دروازہ سے بکفایت مل سکتی

مثنوی میر حسن با تصویر

مطبع گیان پرکاش میرٹھ میں لالہ باسدیو کی کوشش بلیغ سے طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرون پہلے توحید یزدان رقم
قلم پیر شہادت کی اونگلی اوٹھا
پرستش کے قابل ہی تو ای کریم
وہ الحق کہ ایسا ہے معبود ہے
تر و تازہ ہے اوس سے گلزار حق
کسی سے بر آئے نہ کچھ کام جہان
موئی پر نہین اُس سے رفت و گذشت
نہان سب مین اور سب مین ہی اُسکا
چمن مین ہے وحدت کے یکتا وہ گل
جسے چاہے وحدت کے یکتا وہ مقام
سدا ہے نمودون کی اوس نے نمود
وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر
نہ گوہر مین ہے وہ نہ ہی سنگ مین
تامل سے کیجے اگر غور کچھ
پھر اس جوش مین آگے بہنا نہین
عاجز ہے بیان انبیا کی زبان

جھکا جبکے سجدے کو اول قلم
ہوا حرف زن یون کہ رب العلا
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے
وہ ابر کرم ہے ہوا ور دار خلق
جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان
اسی کیطرف سب کی ہے ہژدہ ہزار
یہ سب اُسکے عالم ہین ہژدہ ہزار
کہ مشتاق رہین جسکے یان جزو کل
جسے چاہے دوزخ مین رکھے مدام
دل بستگان کو ہی اوس سے کشود
اسی کے یہ ذرّے ہین شمس و قمر
ولیکن چمکتا ہی ہر رنگ مین
تو سب کچھ وہی ہی نہین اور کچھ
سمجھنے کی ہے بات کہنا نہین
زبان قلم کو یہ قدرت کہان

سر لوح پر رکھہ سیاہی جبین
نہین کوئی تیرا نہ ہوگا شریک
رہ حمد مین تیری عزّ و جل
سبھون کا وہی دین و ایمان ہی
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے
اگرچہ یہان کیا ہے اور کیا نہین
رہا کون اور کس کی بابت رہی
ورے سب ہین اوس سے ہی سب بیشتر
اوسی سے ہی کعبہ اُسی سے کنشت
وہ ہے مالک الملک دنیا و دین
اوسکی نظر سے ہی ہم سب کی دید
نہیں اس سے خالی کوئی شے
وہ ظاہر ہین ہرچند ظاہر نہین
اسی گل کی ہی بو سے خوشبو گلاب
قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار
اس عہدے سے کوئی بھی نکلا نہیں

کہا دوسرا کوئی تجھہ سا نہین
تری ذات ہے وحدہ لاشریک
تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے
یہ ہین دل تمام اور وہی جان
دلے پرورش سب کی [illegible]
پر اس بن تو کوئی کسی کا نہین
موئے اور جیتے وہی ہے وہی
ہمیشہ سے ہے اور رہیگا ہمیش
اسی کا ہی دوزخ اوسی کا بہشت
ہے قبضہ مین اُسکے زمان و زمین
اسی کے سخن پر ہے گفت و شنید
وہ کچھ شے نہین پر ہر اک شے مین ہے
یہ ظاہر کوئی اوس سے کوئی نہین
پھرے ہی لئے ساتھہ دریا حباب
لکھے کس طرح حمد پروردگار
سوا عجز درپیش یان کچھ نہیں

وہ معبود یکتا خدائے جہان | کہ جس نے کیا کن کون و مکان
دیا عقل و ادراک اُسنے ہمین | کیا خاک سے پاک اُسنے ہمین

پیمبر کو بھیجا ہمارے لئے | وصی اور امام اُسنے پیدا کئے
جہان کو اونہون نے دیا انتظام | بڑائی بہلائی سو جہالی تمام

دکہائی اونہون نے ہمین راہ راست | کہ تا ہو نہ اُس راہ کی باز خواست
تو وہ کون سی راہ شرع نبی | کہ جنت کے رستے کو سیدہی گئی

نبی کون یعنی رسول کریم | نبوت کے دریا کا دُرّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر مین اُمّی لقب | پر علم لدنی کہلا دل پہ سب

نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

بغیر از لکہے اور کئے بے رقم | چلی حکم پر اُس کے لوح و قلم
ہوا علم دین اُسکا جو آشکارا | گذشتہ ہوئے حکم تقویم پارینہ

اوٹہا کر کفر و اسلام ظاہر کیا | بتون کو خدائی سے باہر کیا
کیا حق نے نبیون کا سردار اُسے | بنایا نبوت کا حقدار اُسے

نبوت جو کی حق نے اُس پر تمام | لکہا اشرف الناس خیر الانام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے | خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

کرون اُسکے رتبہ کا کیا مین بیان | کھڑے سے ہین جہان باندہ صف مرسلان
مسیح اُسکے درگاہ کا پارہ دوز | تجلی طور اسکی مشعل فروز

خلیل اسکے گلزار کا باغبان | سلیمان سے کئی مہردار اُسکے ہان
خضر اسکی سرکار کا آبدار | زرہ ساز و داؤد سے وہان ہزار

محمد کی مانند جگ مین نہین | ہوا ہے نہ ایسا نہو گا کہین
یہ تہی رمز جو اُسکے سایہ نہ تہا | کہ تہا کل وہ اک معجزہ کا بدن

نہونے کا سایہ کے تہا یہ سبب | ہوا صرف پوشش مین کعبہ کی …
وہ قد اسلئے تہا نہ سایہ فگن | کہ رنگ دوئی وانکا آیا نہ تہا

بنا سایہ اُسکا لطیف اسقدر | نہ آیا لطافت کے باعث نظر
عجب کیا جو اُس گل کے سایہ نہو | کہ تہا وہ گل قدرت حق کی بو

خوش آیا نہ سایہ کو ہونا جدا | اُسی نور حق کے رہا زیر پا
نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چہانو | کسی کا نہ منہہ دیکہا دیکہ اُسکے پانو

وہ ہوتا زمین گیر کیا فرش پر | قدم اُسکے سایہ کا تہا عرش پر
نہونیکی سایہ کے اک وجہ اور | مجہے خوب سوجہی یہ ہے شرط غور

جہانتک کہ تہے یان کے اہل نظر | سمجھ مایۂ نور کحل البصر
سبہون نے لیا پتلیون کو اوٹہا | زمین پر نہ سایہ کو گرنے دیا

سیاہی کی پتلی کا ہے یہ سبب | وہی سایہ پہرتا ہے آنکہون مین اب
وگرنہ تہی یہ چشم اپنی کہان | اُسی سے یہ روشن ہے سارا جہان

نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا | ملایک کے دل مین سمایا رہا

منقبت حضرت امیر المومنین علیہم السلام کی

نہین سوا اسکا کوئی جز علی | کہ بہائی کا بہائی وصی کا وصی
ہوئی جو نبوت نبی پر تمام | ہوئی نعمت اس کے وصی پر تمام

جہان فیض سے اُنکے ہے کامیاب | نبی آفتاب و علی ماہتاب
علیؑ راز دار خدا و نبی | خبردار سر خفی و جلی

دیا پر امامت کے گلشن کا گل | بہار ولالوت لاکا باغ سنبل
علی دین و دنیا کا سردار ہے | کہ مختار کے گھر کا مختار ہے

علی بندہ خاص درگاہ حق | علی سالک و رہرو راہ حق
علیؑ ولی ابن عم رسول | لقب شاہ مردان و زوج بتول

کہین جو چاہے کوئی ہیر سے | یہ نسبت علیؑ کو نہین غیر سے
خدا نفس پیغمبرش خواندہ است | دگر را فضیلت بکس ماندہ است

یہان بات کی اب سمائی نہین | نبی اور علیؑ مین جدائی نہین
نبی و علی ہر دو نسبت بہم | وہ تا وجہے جون زبان قلم

علی کا عدو دوزخی دوزخی | علی کا محب جنتی جنتی
نبی و علی فاطمہ اور حسن | حسین ابن حیدر یہ ہین پنجتن

ہوئی ان پہ روزگار کی خوبی تمام | اونہون پر درود اور اونہون پر سلام
علی سے لگا تا بہ مہدی دین | یہ ہین ایک نور خدا سے برس

اونہون سے قایم امامت کا گھر
کہ بارہ ستون ہین یہ اثنا عشر

صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہین
حساب عمل سے یہ بیباک ہین

ہوا یان سے ظاہر کمال رسول
کہ بہتر ہوئی سب سے آل رسول

تعریف اصحاب پاک کی

سلام انپہ جو اسکے اصحاب ہین
وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہین

خدا نے انہون کو کہا مومنین
وہ ہین زینت آسمان و زمین

الٰہی بحق رسول امین
بحق علی و باصحاب دین

بحق بتول و بہ آل رسول
کرون عرض جو ہین سو ہووے قبول

خدا اُنسے راضی و رسول اُن سے خوش
علی اُنسے راضی بتول اُنسے خوش

ہوئی فرض اُنکی ہمین دوستی
کہ ہین دل سو وہ جان نثار نبی

الٰہی مین بندہ گنہگار ہون
گناہون مین اپنے گرفتار ہون

مجھے بخش تو میرے پروردگار
کہ تو ہے کریم اور آمرزگار

مری عرض یہ ہے کہ جبتک جیون
شراب محبت کو تیری پیون

سوا تیری الفت کے اور سب ہے ہیچ
نہین ہو نہو اور کچھ ایچ پیچ

جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم
سوا اس الم کے نہو کچھ الم

رہے سب طرف سے مرے دل کو چین
بحق حسن اور بحق حسین

کسی سے نہ کرنی پڑے التجا
تو کر خود بخود میری حاجت روا

صحیح اور سالم سدا مجکو رکھ
خوشی سے ہمیشہ خدا مجکو رکھ

مری آل اولاد کو شاد رکھ
مرے دوستون کو آباد رکھ

مین کھاتا ہون جنکا نمک اے کریم
سدا رحم کر انپر تو اے رحیم

جیون آبرو اور حرمت کے ساتھ
رہین وہ عزیزون مین عزت کے ساتھ

برآوین مرے دین و دنیا کے کام
بحق محمد علیہ السلام

پلا مجکو ساقی شراب سخن
کہ مفتون ہو جس سے باب سخن

تعریف سخن

سخن کی مجھے فکر دن رات ہے
سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے

سخن کے طلبگار ہین عقلمند
سخن سے ہے نام انکو یان بلند

سخن کی کرین قدر مردان کار
سخن نام اُنکا رکھے برقرار

سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام
جنہین چاہیے ساتھ نیکی کا نام

سخن سے سلف کی بھلائی رہی
زبان قلم سے بڑائی رہی

کہان رستم و گیو و افراسیاب
سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب

سخن کا صلہ بار زر دیتے رہے
جواہر سدا مول لیتے رہے

سخن کا سدا گرم بازار ہے
سخن سنج اُسکا خریدار ہے

رہے جب تلک یہ داستان سخن
الٰہی رہین قدر دان سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر ۔ زمین بوس ہون جس کے شش قمر
جہان اسکے پرتو سے ہے کامیاب ۔ وہ ہے برج اقلیم مین آفتاب

اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ
جہان ہووے اور ہو جہاندار شاہ

مدح وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر کی

وہ مہر سے ہے منور یہ ماہ
اور اوسکا یہ نجم سعادت وزیر

فلک رتبہ نواب عالی جناب ۔ کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
وزیر جہان حاکم عدل و داد ۔ ہے آبادی ملک جس کی مراد

جہان عدل سے اس کے آباد ہے ۔ غریبون فقیرون کا دل شاد ہے
پھری بھاگتا سور سے فیل مست ۔ زبردست ظالم ہے ہے زبردست

کتان پر کرے مہ اگر بدنظر ۔ تو آزاد ہو اور ادا اودہر
کسی کا اگر مفت لے زلف دل ۔ تو کھایا کرے پیچ وہ متصل

وہ انصاف سے جو گذرتا نہین ۔ کسی پر کوئی شخص مرتا نہین
نہو بالکہ بکری مین کچھ گفتگو ۔ اگر اسکا جیتا نہووے کبہو

گر آواز سن صید کی کچھ کہے ۔ تو باز آو چیخ کہ بھری رہے
پھرے شمع کے گرد گر آکے چور ۔ صبا کھینچ لیجائے اوس کو بزور

نہ لئے جبتلک شمع پر دانگی ۔ پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آپ کے اُس پہ وہ آگرے ۔ تو فانوس مین شمع چھپتی رہے

اجیا نا گرا سکے جلین بال و پر ۔ تو گلگیر لے پر شمع کا کاٹ کر
اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے ۔ کسے یاد ہے یہ خدا داد ہے

ستم اوسکے ہاتھون سے رو پاکر ۔ سدا فتنۂ دہر سو یا کرے
گھر دشمن فراغت سے سوتے ہین سب ۔ پھرے گھر مین چور اپڑے روتے ہین سب

بیان سخاوت کا

وہ ہے باعث امن خورد و کلان
کہ ہے نام سے اُسکے مستق امان

بیان سخاوت کرون جو رقم ۔ تو زر زر کا غذ پہ ہووے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدہر ۔ دیا شل نرگس اُسے سیم و زر

سخاوت یہ ادنی سی اک اُسکی ہے ۔ کہ اکدن دوشالے دئے سات سی
سوا اسکے ہے اور یہ داستان ۔ کہ ہو جسپہ قربان حاتم کی جان

ہوئی کم جو اک بار کچھ برشکال ۔ گرانی سے ہونے لگی ایک سال
غریبون کا دم سا نکلنے لگا ۔ توکل کا بھی پاؤن چلنے لگا

وزیر الممالک نے تدبیر کر ۔ خدا کی دیا راہ مین مال و زر
محلہ محلہ کیا حکم یہ ۔ کہ باقی سی اس غم کے کھوا مین گرہ

یہ جا نا کہ خلقت کسی ڈھب جئے ۔ کئی لاکھ لاکھ ایک دن مین دئے
یہ لغزش پڑی ملک مین جو تمام ۔ لیا ہاتھ نے لٹکے گرتون کو تھام

یہ بندہ نوازی یہ جان پروری ۔ یہ آئین سرداری و سروری
ہوئی ذات پر اُس سخی کے تمام ۔ نکلت ہے آگے سخاوت کا نام

فقیرون کی ہے یان تلک تونگری ۔ کہ اک ایک یہان ہو گیا ہر غنی
یہ کیا دخل آواز جو دے گدا ۔ چٹک کی کلی کی نہووے صدا

قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی ۔ تو خجلت سے جاوے زمین مین گڑی
نہو اُسکا شامل جو ابر کرم ۔ اثر ابر نیسان سے ہووے عدم

ہر اک کام اسکا جہان کی مراد ۔ فلاطون طبیعت ارسطو نژاد
جب ایسا وہ پیدا ہوا ہے بشر ۔ تب اُس کو دیا ہے یہ کچھ مال و زر

بیان شجاعت کا

لکھون گر شجاعت کا اسکی بیان
قلم ہو ادا رستم داستان

غضب سے وہ ہاتھ اپنا جب جھاڑ جھائے ۔ اجل کا طمانچہ قسم اسکی کھائے
اگر جس جگہ زور اُسکا نمود ۔ دل آہن اُسکا یہ ہو دو گیر و دود

چلی تیغ گر اسکی زد و صاف ۔ نظر آئے دشمن سے میدان صاف
اگر بے حیائی سے کوہ و ۔ ملا دیوے اُس تیغ سے منہ

تو ایسی ہی کھا کر گرے سر کے بل ۔ کہ سر پر کھڑی اسکے رووے اجل
نہو کیونکہ وہ تیغ برق غضب ۔ کہ برش کی تشدید جو سر مین سب

ہوئی ہم قسم اسکی تیغ اجل ۔ نکل آئے یہ گر پڑے وہ اگل
لگادے اگر آوے پہ ایک بار ۔ کہ دو جا ہے یون جیسے صابن سے تار

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے
تہور سے ہیبت بہی اسکے ڈرے

جہاں گنا سکہ ہین علم وکسب وکمال
ہر اک فن مین ماہر ہے وہ خوشخصال

سخن کی نہین اُس سے پوشیدہ بات
غواصی ہین سب سہل اُسکے نکات

سدا سیر پر اور تماشے پہ دل
کشادہ دلی اور خوشی متصل

دلیرون کو ہے بس دلیرون سی کام
کہ رہتا ہے شیرون کو شیرون سے کام

کھلے بند ہین جتنے صحرا مین صید
ہین لو اسکے دام الفت مین قید

شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہے
درم ہاتھ مین ہر کہ با دام ہے

شہ پہنچے جہان بیچ خورد و بزرگ
یہ ہوجاتے سب لقمۂ شیر و گرگ

بنائی جہان اُسنے نخچیر گاہ
رہے صیدوان آکے شام و پگاہ

نگر اپنا دیتے ہین جی جان کر
کہ ٹاپون پہ گرتے ہین آن آن کر

چرندونکا دل اس طرف ہے لگا
پرندون کو رہتی ہے اُس کی ہوا

خبر اُسکی سُنکر یہ گینڈا چلے
کہ ہاتھی بہی ہو مست اینڈا چلے

گھرٹے ارنے ہوتے ہین سر جوڑ جوڑ
کرچی کون دیتا ہے بدبد کے ہوڑ

سو وہ تو اطاعت مین یکدست ہین
نشہ مین محبت کی سب مست ہین

گر شاید مشرف سواری سے ہون
سرافراز چلکے عماری سے ہون

اور اُس نور پر ہے یہ حلم و حیا
کہ ہے خلق کا جیسے دریا بہا

سخندان سخن سنج شیرین زبان
وزیر جہان دو دو حیدر زبان

سلیقہ ہر اک فن مین ہر بات مین
نکلتی نئی بات دن رات مین

نہو اُسکو کیونکر ہوائے شکار
تہور شعارون کا ہے یہ شعار

شہان را ضرورست مشق شکار
کہ آید پئے صید دلہا بکار

ز تیرش دل آہوان سوختہ
بہر اک او چشمہا دوختہ

نہ ہوتا اگر اُس کو عزم شکار
درندون سے بچتا نہ شہر و دیار

یہ انسان پر اُسکا احسان ہے
کہ سب جنگلی انسان کی جان ہے

رکھا صید بحری پہ جب ہم خیال
لیا پشت پر اپنی ماہی نے خیال

نہ سمجھو نکلتے ہین دریا مین سے
خوشی سے اُچھلتے ہین دریا مین سے

پلنگون کا ہے بلکہ چیتا بہی
مگر آہستہ ڈر سے بیچارے ہی کر چلی

جو کچھ دل مین گینڈے کے آوے خیال
تو جاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال

اطاعت کے حلقہ سے بہاگ جو فیل
ہلاک اُسکی آنکھون مین ہو رو ذلیل

اُسی کیلئے گو کہ ہین وہ پہاڑ
قدم اپنا رکھتے ہین سنبہال کر گاڑ

چلین جب یہ کچھ ہو وین حیوان کے
تو بیشک حق بجانب ہے انسان کے

کے ہو نہ صحبت کی اوسکے ہوس
ولے کیا کرین جو نہو دسترس

عجز وانکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

فلک بارگاہا ملک درگہا ‏ / جدا ہین جو قدمون سے تیری رہا
نہ کچہ عقل نے اور نہ تدبیر نے ‏ / رکہا مجکو محروم تقدیر نے

پر اب عقل نے میری کہولا ہین گوش ‏ / دیا ہے مدد سے تری مجکو ہوش
سو مین اک کہانی بنا کر نئی ‏ / دُر فکر سے گوندہ لڑیان کئی

لے آیا ہون خدمت مین بہر نیاز ‏ / یہ امید ہے پہر کہ ہون سرفراز
مرا عذر تقصیر ہووے قبول ‏ / بحق علی و آل رسول

رہین شاد و آباد کل خیر خواہ ‏ / پہرین اس گہرانے کے دشمن تباہ
رہے جاہ و حشمت ترا یہ مدام ‏ / بحق محمد علیہ السلام

آغاز داستان

اب آگے کہانی کی ہے داستان ‏ / ذرا سُنئے دل دیکے اسکا بیان

کسی شہر مین تہا کوئی بادشاہ ‏ / کہ تہا وہ شہنشاہ گیتی پناہ
بہت حشمت و جاہ و مال و منال ‏ / بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال

کئی بادشاہ اُسکو دیتے تہے باج ‏ / خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
کوئی دیکہتا آکے جب اُس کی فوج ‏ / تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج

طویلے کے اسکے جو ادنے تہے خر ‏ / انہین نمایندی مین ملتا تہا زر
جہانتک کہ سرکش تہے اطراف کے ‏ / وہ اُس شہ کے رہتے تہے قدمون لگے

رعیت تہی ہر اک جا پہ وان سنگ و خشت ‏ / ہر اک کوچہ اسکا تہا رشک بہشت
زمین سبز و سیراب عالم تمام ‏ / نظر کو تراوت وہان صبح و شام

عمارت تہی کچ کی وہان پیشتر ‏ / کہ گذرے صفائی سے جسپر نظر
کہین جاہ و منبع کہین حوض و نہر ‏ / ہر اک جا پہ آب لطافت کی لہر

کرون اسکی وسعت کا کیا مین بیان ‏ / کہ جون اصفہان تہا وہ نصف جہان
ہنرمند وان اہل حرفہ تمام ‏ / ہر اک نوع خلقت کا تہا ازدحام

یہ دلچسپ بازار تہا چوک کا ‏ / کہ ٹہیرے جہان بس وہان دل لگا
جہانتک کہ رستے تہے بازار کے ‏ / کہے تو کہ تختے تہے گلزار کے

وہ پختہ دکانون کا دیوار و در ‏ / سفیدی پہ جس کے نہ ٹہیرے نظر
صفا پر جو دیکہے نظر کے لئے ‏ / اُسسے دیکہکر سنگ مرمر گئے

کہون قلعہ کی اُسکے کیا مین شکوہ ‏ / گئے دب بلندی کو دیکہ اُسکے کوہ
وہ دولت سرا خانۂ نور تہا ‏ / سدا عیش و عشرت سے معمور تہا

ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ ‏ / نہ دیکہا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ ‏ / نہ تہا زیست سے اپنی کوئی بتنگ

غنی وہان ہوا جو کہ آیا تباہ ‏ / عجب شہر تہا وہ عجب بادشاہ
نہ دیکہا کسی نے کوئی وہان فقیر ‏ / ہوئی اُسکی دولت سے گہر گہر امیر

کہانتک کہون اُسکا جاہ و حشم ‏ / محل و مکان اسکا رشک ارم
سدا ماہرویون سے صحبت اسے ‏ / سدا جام مہ رویون سے رغبت اُسے

ہزارون پری پیکر اُسکے غلام ‏ / کمر بستہ خدمت مین حاضر مدام
کسی طرح کا وہ نہ کرتا تہا غم ‏ / مگر ایک اولاد کا تہا الم

اسی بات کا اُسکے دل پر تہا داغ ‏ / نہ رکہتا تہا وہ اپنے گہر کا چراغ
دنون کا عجب اُسکے یہ پہیر تہا ‏ / کہ اس روشنی پر یہ اندہیر تہا

وزیرون کو اک روز اُسنے بلا ‏ / جو کچہ دل کا احوال تہا وہ کہا
کہ مین کیا کرونگا یہ مال و نہال ‏ / فقیرون کا ہے میرے دل کو خیال

فقیر اب نہون تو کرون کیا علاج ‏ / نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج
جوانی تو میری گئی سر بسر ‏ / نمودار پیری ہوئی سر بسر

دریغا کہ عہد جوانی گذشت ‏ / جوانی مگو زندگانی گذشت
بہت ملک پر جان کہویا کیا ‏ / بہت فکر دنیا مین سویا کیا

رہے بے تمیزی و بے حاصلی ‏ / کہ از فکر دنیا و دین غافلی
وزیرون نے کی عرض کای آفتاب ‏ / نہو ذرہ تمکو کبہی اضطراب

فقیری جو کیجے تو دنیا کے ساتہ ‏ / نہین خوب جانا ادہر خالی ہاتہ
کرو سلطنت لیکن اعمال نیک ‏ / کہ تا دو جہان مین رہی حال نیک

ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ ‏ / نہ دیکہا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ رنگ ‏ / نہ تہا زیست سے اپنی کوئی بتنگ

جو عاقل ہو [illegible] ‏ / کہ ایسا نہووے کہ پہر سب کہین
تو کار زمین را نکو ساختی ‏ / کہ بر آسمان نیز پرداختی

یہ دنیا جو ہے مزرع آخرت
فقیری ہین ضائع کرو اسکو مت

عبادت سے اس کشت کو آب دو
کہ وہان جاکے خرمن ہی تیار لو

رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات
کہ اس فیض سے ہے تمہاری نجات

مگر ہان یہ اولاد کا ہے جو غم
سوا اسکا تردد بھی کرتے ہین ہم

عجب کیا کہ ہووے تمہاری خلف
کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو
کہ قرآن مین آیا ہے لا تقنطو

بلاتے ہین ہم اہل تنجیم کو
نصیبون کو اپنے ذرا دیکھ لو

تسلی تو دی شاہ کو اس نمط
ولے اہل تنجیم کو بھیجے خط

نجومی و رمال اور برہمن
غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن

بلا کر انہین شہ کنے لے گئے
جو دنیا رو برو شہ کے سب آگئے

پڑا جب نظر وہ شہ تاج و بخت
دعا دی کہ ہون شہ کے بیدار بخت

کیا قاعدہ سے ٹھہر کر سلام
کہا شہ نے ہین تم سے رکھتا ہون کام

نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب
مرا ہے سوال اسکا لکھو جواب

نصیبون مین دیکھو تو میری کہین
کسی سے بھی اولاد ہے یا نہین

یہ سنکر وہ رمال طالع شناس
لگے کھینچنے زائچے بے قیاس

ادھر سے نجمنے آگے لیا قرعہ ہاتھ
لگا دیکھنے اولاد کا اسکے ہاتھ

جو پھینکا تو شکلین لئے بیٹھے مل
کسی شکل سے دل گیا انکا کھل

جماعت نے رمال کی عرض کی
کہ ہے گھر مین امید کی کچھ خوشی

یہ سن ہم سے ای عالمون کے شفیق
بہت ہنسنے تکرار کی ہر طریق

بیاض اپنی مین شکل مین ہے رمل کی
تو آیا اک نقطہ ہے فرد خوشی

ہے اس بات پر اجتماع تمام
کہ طالع مین فرزند ہے تیرے نام

زن و زوج بد شکل مین ہے فرح
پیا کرئے وصل کا تو قدح

نجومی لگے کہنے در جواب
کہ ہم نے بھی دیکھی ہے اپنی کتاب

نحوست کے دن سب گئے ہین نکل
عمل اپنا سب کر چکا ہے زحل

ستارون نے طالع کے بدلے ہین طور
خوشی کا کوئی دن مین آتا ہے دور

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہے نیک سب ساکی نظر

کیا پنڈتون نے جو اپنا بچار
تو کچھ انگلیون پر کیا پھر شمار

جنم پترا شاہ کا دیکھ کر
تلا اور سب جہک پہ آکر نظر

مہاراجی کی ہے تجھ پر پربھا
چندرما ن سا بالک تیرے ہوئیگا

نکلتے ہین اب تو خوشی کے بچن
نہ ہو گر خوشی تو نہین ہے سخن

مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب
کہ آیا ہے اب پانچوان آفتاب

نصیبون نے کی آپ کے یاوری
کہ آئی ہے اب پانچوین مشتری

مقرر ترے چاہئے ہو پسر
کہ دیتی ہے یون اپنی پوتھی خبر

ولیکن مقدر ہے کچھ اور بھی
کہین اس پہلے مین بری طور ہی

پہ لڑکا تو ہوگا ولے کیا کہین
خطر ہے اسے بارہوین برس مین

نہ آئے یہ خورشید بالائے بام
بلندی سے خطرہ ہے اس کو تمام

نہ نکلے یہ بارہ برس رشک مہ
رہے برج مین یہ مہ چاردہ

کہا سنکے یہ شہ نے اُنکے تئین
کہ پوچھی کا خطرہ تو اس کو نہین

کہا جانکی سب طرح خیر ہے
رہ گردشت غربت کی کچھ سیر ہے

کوئی کچھ خوشی ہو جن و پری
کوئی اسکی معشوق ہو استری

کچھ ایسا نکلتا ہے پوتھی مین اب
خرابی ہو اس پر کسی کے سبب

ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم
کہ دنیا مین توام ہے شادی و غم

کہا شہ نے اس پر نہین اعتبار
جو چاہے کرے میرا پروردگار

یہ فرما محل مین درآمد ہوئے
منجم وہان سے برآمد ہوئے

خدا پر زبس اسکو تھا اعتقاد
لگا مانگنے اپنے حق سے مراد

خدا سے لگا کرنے وہ التجا
لگا آپ مسجد مین رکھنے دیا

نکالا مرادون کا آخر سراغ
لگا ہی ادھر لو تو پایا چراغ

سحاب کرم نے کیا جو اثر
ہوئی کشت امید کی بارور

اسی سال مین یہ تماشا ہو
رہا حمل ایک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دل پہ گزری تھی رنج و تعب
مبدل ہوئی وہ خوشی سا طرب

داستان تولد ہونے شاہزادہ بے نظیر کی

خوشی سے پلا مجکو ساقی شراب
کوئی دن مین سنتا ہے چنگ و رباب

کرون نغمۂ تہنیت کو شروع
کہ اک نیک اختر کرے ہے طلوع

عجب صاحب حسن پیدا ہوا
جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر
رکھا نام اسکا شہ بے نظیر

مبارک تجھے ای شہ نیک بخت
کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

رہے اسکے اقلیم زیر نگین
غلامی کرین اسکی خاقان چین

تجھے فضل کرتے نہین لگتی بار
نہ ہو تجھسے مایوس امیدوار

وہ نذرین خواصونکی جو جو نگین
انہین خلعت و زر کا انعام دی

نقیبون کو بلوا کے یہ کہدیا
کہ نقارخانہ مین دو حکم جا

یہ مژدہ جو پہنچا تو نقتا پچی
لگا ہر جگہ بادلہ اور زری

غلاف انپہ بانات پر زر کے ٹانکا
شتابی سے نقارونکو سینکا تانکا

کہا زیر نے بم سے بہر شگون
کہ دون دون خوشی کی خبر کیون نہ دون

بہم ملکے بیٹھے جو شہنا نواز
بنا مست سی پہر کے لگا اسپہ ساز

لگے لینے چین خوشی سے نئے
اڑانا لگا بجنے اور سگر لیے

تڑی اور قرنی شادی کی دم
لگے پھرنے زیل اور کہرج مین بم

نئے سر ہی عالم کو عشرت ہوئی
کہ لرکے کے ہونیکی نوبت ہوئی

چلے لیکے نذرین امیر و وزیر
لگے کہینچنے زر کے تودے فقیر

امیرون کو جاگیر لشکر کو زر
وزیرون کو الماس لعل و گہر

خوشی مین کیا یہانتک زر نثار
جسے اک دینا تہا بخشے ہزار

لگے بجنے چونہ پڑے لئے تمام
کہانتک مین لون ترنکارونکا نام

جہانتک کہ تہی نایاب اور کار
لگے گانے اور ناچنے ایک بار

لگی تہاپ طبلوں کی مردنگ کی
صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی

لگا سوم نار و پہ مو چنگ سا کے
ملا مہر طنبورونکی اک رنگ سے

گئی بین کی آسمان پر کہنک
او بہا گنبد چرخ سارا دہمک

کناری وہ جوڑے ترجھکتے ہوئے
وہ پاؤن کے گہنگرو چھنکتے ہوئے

وہ کاٹہنا وہ جڑہنا ادا ونکے ساتہ
دکہانا وہ رکھ کے چہاتی پہ ہاتھ

کہنانا کبہی اپنے جبہہ پہ [illegible]
کبہی اپنی انگیا کو لینا چہپا

گئے تو پہنچے جب اُس پر گذر
ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

نظر کو تہو حسن کی جس کے تاب
اسے دیکھ بیتاب ہوا آفتاب

خواصون نے خواجہ سراؤن نے جا
کئی نذرین گذرانیان اور کہا

سکندر نژاد و دارا حشم
فلک مرتبت اور عطارد رقم

یہ سنتے ہی مژدہ بچھا جانماز
کئے لاکہ سجدے کہ ای بے نیاز

دوگانا غرض شکر کا کر ادا
تہیہ کیا شاہ نے جشن کا

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
کہو خانساماں سے تیار ہو

کہ نوبت خوشی کی بجاوین تمام
خبر سنکے یہ شاد ہون خاص عام

بنا ٹہاٹہ نقارخانہ کا سب
مہیا کرا اسباب عیش و طرب

دیا چوب کو پہلے بم سے ملا
لگی پہیلنے ہر طرف کو صدا

بجے شادیانے جو وہان اس گہڑی
ہوئی گرد پیش آکے خلقت کہڑی

سر و شہپر وہ سر پیچ معمول کے
خوشی سے ہوئے گال گل پہول کے

نکورون مین نوبت کی شادی کی دہن
سگہڑ سے نوالون کو تہی تہی سُن

سنی جہانجہ نے جو خوشی کی نوا
تہرکنے لگا تالیون کو بجا

محل سی لگا تا بدیوان عام
عجب طرح کا ہوا اثر دہام

دی شاہ نے شاہزادے کے نانون
مشائخ کو اور پیرزادون کو گانون

خواصونکو خوجون کو جوڑے دئے
پیادے جو تہے انکو گہوڑے دئے

کیا یہانتلک اور بہکیتون نے ہجوم
ہوئی آہی آہی مبارک کی دہوم

جہانتک کہ سازندے تہے شاہ کے
زہی دست کے اور آواز کے

لگے بجنے قانون بی اور رباب
بہا ہر طرف جوش عشرت کا آب

کمانچونکو سارنگیون کو بنا
خوشی سے ہر ایک انکی طرزین بلا

ستارونکے پردے بنا کر درست
بجانے لگے سب وہ چالاک و چست

خوشی کی زبس ہر طرف تہی بساط
لگے ناچنے اسپہ اہل نشاط

وہ بالے چمکتے ہوئے کان مین
پہڑکنا وہ نتہنے کا ہر آن مین

کبہی دل کو پاؤن سے مل ڈالنا
نظر سے کبہی دیکہنا بہالنا

کسی کے چمکتے ہوئے نورتن
کسی کے وہ مکہڑے پہ ہنسنے کی پہبن

وہ دانتون کی مسی وہ گل برگ سا تر ۔ شفق مین عیان جیسے شام و سحر
چمکنا گلون کا صفا کے سبب ۔ وہ گردن کے ڈوری تھا سب غضب
دوپٹہ کو کرنا کبھی منہ کی اوٹ ۔ کہ پردہ مین ہو جای دل لوٹ پوٹ
کوئی فن مین سنگیت کے شعلہ رو ۔ پرم جوگ کچہی کسے لے پر ملو
کوئی دائرہ مین بجا کر پرن ۔ کوئی دہرپد مین جتنا اپنا فن
کبھی مار ٹھوکر کرین قتل عام ۔ کبھی ہاتہ اوٹھا لیوین دل کو تہام
کبھی بہانڈ اور بدلیون کا سمان ۔ کہین ناچ کشمیریون کا وہان
محل مین جو دیکہا تو یہ اژدہام ۔ مبارک سلامت کی تھی دہوم دہام
پڑی ابر مین جون ہلال ۔ محل مین لگا پلنے وہ نونہال
برس گانٹھ جب اسکی ہوئی ۔ دل بستگان کی گرہ کہل گئی
ہوئی تھی جو پہلے شادیکی دہوم ۔ اوسی طرح سے ہوا وہان ہجوم
وہ گل پاؤن سے جب چلا ۔ وہان آنکھ کو نرگسون لے ملا

وہ گرمی تھی چہرہ کی جون آفتاب ۔ جسے دیکھ کر دل کو ہو اضطراب
کبھی منہ کے تئین پھیر لینا ادہر ۔ کبھی چوری چوری سے کرنا نظر
ہر اک تان مین آنکو ایمان یہ ۔ کہ دل لیجئے تان کی جان پہ
کوئی ڈیڑہ گت ہی مین پاؤن تلے ۔ کہیں عاشقون کے دلون کو ملے
غرض ہر طرح دل کو لینا انہین ۔ کسی طرح سے باغ دینا انہین
کہین دہرپت اور گیت کا غل ۔ کہین قول و قلبانہ و نقش گل
مجیرا پکہاوج گلے ڈھول ڈہول ۔ بجانی اسے کہڑی باندہ غول
بڑی پیکرون کا تہا ہجوم ۔ وہان بہی پڑی عشرت کی دہوم
چہٹی تہی غرض خوشی کی بات ۔ کہ دن عید اور رات تہی شبرات
وہ گل جبکہ چہوتہی برس مین لگا ۔ پہر آ گیا دور وہ اُس ماہ کا
طوائف وہی اور وہی رنگ ۔ ہوئی بلکہ دونی ترنگ
لگا پہرنے وہ جب پا بتو پا بتو ۔ کئے پردے آزاد تب اسکے نالہ

لئے ارغوانی پیالا ساقیا ۔ کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا

داستان تیاری مین باغ کی

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ ۔ ہوا رشک جسکے لالے کو داغ
چمن اور پردے بنا سے زرنگار ۔ درون پر کہڑے دست بستہ بہار
وہ منقش کی دوڑ بیان سربسر ۔ کہ ہر کا بند ہا جسمین تار نظر
سنہری مغرق چہتین سنہرا دیب ۔ وہ دیوار و در کی گلکاریان
وہ مخمل کا فرش اسکا ستہرا و بس ۔ نہ جسکے آگے بڑہے پائی ہوس
چہپر کہٹ مرصع کا دالان مین ۔ چمکتا تہا اسطرح ہر آن مین
زمین کا کرون کیا مین بیان ۔ کہ صندل کا اک پارچہ عیان
قرینے سے گرد اسکے سرو سہی ۔ کچہ اک دور دور سیب و بہی
ہوئے بہار ہی سے لہلہے ۔ چمن سارے شاداب اور لہکے
روش کی صفائی یہ ہے اعتبار ۔ گل اشرفی نے کیا زرنثار
چنبیلی کہین اور کہین سوتیا ۔ کہین رائے بیل اور کہین موگرا
کہین ارغوان اور کہین لالہ زار ۔ ہوئی اپنے موسم مین اسکی بہار
عجب چاندنی مین گلونکی بہار ۔ ہر اک گل سپید سے ہین نمایان

عمارت کی خوبی و رونق شان ۔ لگے جسمین زربفت کے سائبان
کوئی دوڑ سے در پہ اٹکا ہوا ۔ کوئی نہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
چقونکا تماشا تھا آنکہونکا جال ۔ نگہ کو وہان سے گذر نا محال
دئے ہر طرف آئینہ لگا ۔ کیا چوگنا لطف اسمین سما
رہین لگنے او بس روشن مدام ۔ سمط شب روز جس سے شام
زمین پر تہی اسطور اسکی جہلک ۔ ستارونکی جیسے فلک پر چہاک
بنی سنگ مرمر کی چوپڑ نہر ۔ لگی چار سو اسکے پانی کی لہر
کہون کیا مین کیفیت نسبت ۔ لگا ہی رہین تاک سے چپ ست
زمرد کے مانند سبزے کا رنگ ۔ روش پر جو ارش لگا سنگ
چمن سے بہرا باغ گل سے چمن ۔ کہین نرگس و گل کہین یاسمن
کہڑی شاخ سبو کی ہر جا کہین ۔ مدن بان کی اور ہی آن بان
کہین جعفری اور گیندا کہین ۔ سمان شب کو دادیون کی کہین
کہڑی سرو کی طرح چینی کے جہاڑ ۔ لگے لوگ خوش ہوا دیوان کے پہاڑ

کہیں زرد نسریں کہیں نسترن
گلوں کا لب نہر پر جھومنا
لیے ہاتھ میں پیلچے مالنیں
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال
خراماں صبا صحن میں چار سو
صدا قمریوں کی جتوں کا وہ شور
صبا جو گئی ڈھیر باں کر کے پھول
خوشی سے گلوں پر صدا بلبلیں
سماں دیکھ قمریاں اس آن کا
خواصوں اور لونڈیوں کا ہجوم
کنیزان مہرو کی ہر طرف ریل
کوئی کنگنی اور کوئی گلاب
دوپہر اور سہ پہر آتیاں جاتیاں
کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
کہا دے سے کوئی کو کہر دو سو موڑ
کوئی جو بتہ میں جا کے غوطہ لگائے
کسی کو کوئی دے دہل ماری کہیں
شتابہ کوئی کھول مستی لگا سے
غرض لوگ تھے جو ہر کام کے
ہوئی اسکی مکتب کی شادی عیاں
کیا قاعدے سے شروع کلام
معانی و منطق بیان و ادب
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم
شتابی سے کو آنے لگی اسکی ریس
لیا ہاتھ جب خامہ مشک سا ر
شکستہ لکھا اور تعلیق جب

عجب رنگ پر زعفرانی چمن
اسی اپنے عالم میں منہ چومنا
چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے
رہیں بانہ جوں گردن میں ڈال
دماغوں کو دیتی ہر گل کی بو
درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور
پڑے ہر طرف مولسری کے پھول
تعشق کی آپس میں باتیں کریں
پڑھیں باب پنجم کا تان کا
محل کی وہ چہلیں وہ اور دھوم
چنبیلی اور کوئی رائے بیل
کوئی سمن تن اور کوئی ماہتاب
پھریں اپنی جوبن کو دکھلاتیاں
کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں
کہیں سد ہت بولی کہیں تار توڑ
کوئی نہر پہ پاؤں بیٹھی بلائے
کوئی جان کو اپنی وارے کہیں
لبوں پر دہڑی کوئی اپنی جمائے
یہ سب واسطے اسکے آرام کے
ہوا پھر انھیں شادیوں کا سماں
پڑھانے لگے علم اس کو تمام
پڑھا اتنے منقول و معقول سب
زمین آسمان میں پڑی اسکی دھوم
ہوا استاد لوحی میں وہ خوشنویس
لکھا نسخ ریحان وہ خط غبار
سب دیکھ حیران اتالیق سب

پڑی آب جو ہر طرف کو بہے
وہ چوبک جھاک کے گرتا خیابان پر
کہیں تخم پاشی کریں گود کر
لب جو پہ آئینہ میں دیکھ قد
کھڑے نہر پر قازا اور قرقرے
چمن آتش گل سے دہکا ہوا
وہ کیلو کی اور مولسریوں کی چھاؤ
درختوں پہ برگوں سے کھولے ورق
وہ دائیاں اور وہ معلانیاں
تکلف کے پہنے پہرن سب لباس
رنگیلی کوئی اور کوئی سام روپ
کوئی سابدنی اور صنوبر کہ کوئی
کہیں اچھی پٹی سنفودری کوئی
بجانی پھرے کوئی اپنے کر سے
ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پئے
کوئی اپنے موٹے کی لیوے خبر
کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
ہوا آن گلوں سے دو بالا سماں
پلا جب وہ اس ناز و نعمت کیساتھ
معلم اتالیق منشی ادیب
دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا
خبردار حکمت کے مضمون سے کئے
کیے علم تو کہ زبان حرف حرف
ہوا جبکہ نوخط وہ شیریں نو
عروس الخلوط او ثلث رقاع
کیا خط گلزار سے جب فراغ

کریں قمریاں سرو پر چہچہے
لپٹنے کا سا عالم گلستان پر
پھریری جماویں کہیں گود کر
اکڑتا کھڑے سرو کا جدھر تدھر
لیئے ساتھ مرغابیوں کے پرے
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
لگی جائیں آنکھیں لئے جھبکا تا لہو
کریں طوطیاں بوستاں کا سبق
پھریں ہر طرف اسمیں جلوہ کناں
رہیں رات دن شاہزادی کے پاس
کہ جیت لگن اور کوئی کام روپ
کوئی دل لگن اور کوئی کام روپا
ارے اور نہر سے پکارے کوئی
کہیں واہ واہ اور کہیں واہ پھر سے
رم دوستی کوئی ہیر پھیر چکے
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر
ادا سے کوئی بیٹھی کنگھی کرے
اوسی باغ میں تھا وہ سرو رواں
پلا اور واں کی شفقت کے ساتھ
ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب
کئی سال میں علم سب پڑھ چکا
غرض جو پڑھا اسنے قانون سے
اسی نحو سے اسنے کی عمر صرف
پڑھا کر لکھے سات سے قلم نو
خفی و جلی مثل خط شعاع
ہوا صفحہ قطعہ گلزار باغ

کیا غسل جب اس لطافت کیساتھ | اٹھا کہیں لاکھ اُسے ہاتھوں ہاتھ | نہا دہو کے نکلا وہ گل اس طرح | کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

غرض شاہزادیکو نہلا دہلا | دیا خلعت خسروانہ پہنا | جواہر سراسر پہنایا اسے | جواہر کا دریا بنایا اسے

لڑی لٹکن اور کلغی اور نورتن | عدد ایک سے ایک زیب بدن | مرصع کا سرپیچ جوں موج آب | منور تشکل رخ آفتاب

وہ موتی کے مالے خوبصورتیں | کہیں جس کو آرام جان دلکا چین | جواہر کا تن پر عجب تہا ظہور | کہ اک اک عدد اسکا کوہ طور

غرض ہوکے اسطرح آراستہ | خراماں ہوا سرو نوخاستہ | نکل گہر سے جسدم ہوا وہ سوار | کئے خوان گوہر کے اسپر نثار

زبس تہا سواری کا باہر ہجوم | ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دہوم | برابر برابر کہڑے تھے سوار | ہزاروں ہی تہی ہاتہیوں کی قطار

سنہری روپہلی وہ عماریاں | شب و روز کیسی طرح داریاں | چلتے ہوی بادلے کے نشان | سواروں کے غٹ اور بالوں کی جان

ہزاروں ہی اطراف میں پالکی | جہلابور کی جگمگی نال کی | کہاروں کی زربفت کی کرتیاں | اور انکے دبے پاؤں پہرتیاں

سندہی پگڑیاں تاس کی سر اوپر | چکا چوند میں جس سے آئے نظر | وہ ہاتوں میں سونیکے موڑ کڑے | جہلاک جنکی ہر قدم پر پڑے

وہ ماہی مراتب وہ تخت رواں | وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سماں | وہ شہنائیوں صدا خوشنما | سہانی وہ نوبت کی دہیمی صدا

وہ آہستہ گہوڑوں پہ نقارچی | قدم با قدم بالباس زری | بجاتے ہوئے شادیانہ تمام | چلے آگے آگے ملے شاد کام

سوار اور پیادے صغیر و کبیر | جلو میں تمامی امیر و وزیر | وہ نذریں کہ جس جس نے تہیں | شہ و شاہزادی کو گذرانیاں

ہوئے حکم سے شاہ کے پہر سوار | چلے سب قرینہ سے باندہی قطار | سجے اور سجائی سبہی خاص و عام | لباس زری میں ملبس تمام

طرق کے طرق اور پری کے پرے | کچہ ادہر اودہر کچہ وری پرے | مرصع کے سازوں سے کوتل سمند | کہ خوبی میں روح القدس دو چند

وہ فیلوں کی جہاک ڈبر کی شان | جہلکتے وہ منقش کے سائباں | چلے پایہ تخت کے وہ قریب | بدستور شاہانہ پنتی حبیب

سواری کے آگے پڑے اہتمام | لئے سونے روپے کے عاصے تمام | نقیب اور جلودار اور چوبدار | ہوا آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار

اٹہے اپنے معمول و دستور سے | ادب سے تفاوت سے دور سے | بلا لو جوانو بڑہے جا بلو | دو جانب سے باگیں لئے آیکو

بڑہے جا ہیں آگے سے چلتے قدم | بڑہے عمر و دولت قدم با قدم | غرض اس طرح سے سواری چلے | کہے تو کہ باد بہاری چلے

تماشائیوں کا جدا تہا ہجوم | کہ ہر طرف تہی لاکہ عالم کی | اگا قلعہ سے شہر کے تا تلک | وہ کانوں پہ تہی بادلہ کی چمک

سنہرے تھے تمامی سے دیوار و در | تمامی تہا وہ شہر سونیکا گہر | کیا تہا زبس شہ آئینہ بند | ہوا جوکہا کا لطف وہاں چار چند

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ | گذرتی تہی رگ رگ کی نگاہ | ہوی جمع کوٹہوں پہ جو مرد و زن | ہر اک سطح تہا جوں زمین چمن

یہ خالق کی شش قدرت کاملہ | تماشہ کو نکلی زن حاملہ | لگا لنج سے ناضعیف و نحیف | تماشے کو نکلے سب ہی شریف

وحوش و طیور و ملک از خلل | پڑی آشیانوں سے اپنے نکل | نہ ہو تہا ہوا اک مرغ قبلہ نما | سو وہ آشیانہ میں تڑپا کیا

زبس شاہزادہ بہت تہا حسین | ہوی دیکھ عاشق کہیں مہ جبین | نظر جسکو آیا وہ ماہ تمام | کیا اس نے جہک کے سکو سلام

دعا شاہ کو دی کہ بارالہٰ | سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ | یہ خوش اپنے سند سے رہے شہریار | کہ روشن رہے شہر پہ روزگار

غرض شہر سے باہر اک سمت کو | کوئی باغ تہا تشنہ کا جسمیں رہو | گہڑی چار تک خوب سی سیر کر | رعیت کو دکہلا کے اپنا بسر

اسی کثرت فوج سے ہو سوار
پھر اس شہر کی طرف وہ شہریار
سواری کو پہنچا گئی فوج ادھر
گئے اپنی منزل بھی شمس و قمر

جہانتک کہ تھیں خادمان محل
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل
قدم اپنے حجروں سے باہر نکال
لیا سب نے آپھیں کا حال حال

بلائیں لگیں لینے سب ایکبار
کیا جی کو یکدست سب نے نثار
گیا جب محل میں وہ سرو رواں
بندھا ناچ اور راگ کا پھر سماں

پہر رات تک پہنے پوشاک وہ
رہا سانہ اسکے طرب ناک وہ
قضا را وہ شب تھی چاردہ
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف سے

نظارہ سے تھا اسکے دل کو سرور
عجب عالم نور کا تھا ظہور
عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا سیماب کا

ہوا شاہزادہ کا دل بیقرار
یہ دیکھی جو وہاں چاندنی کی بہار
کچھ آئی جو اسکے جی میں امنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
کہ شہزادے کی آج یوں ہے خوشی
ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کہ بھایا ہے عالم لب بام کا

کہا تو شہ نے گئے دل نکل
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے خلل
پر اتنا ہے اس سے خبردار ہو
جنہوں کی ہو چوکی وہ بیدار ہو

لب بام پر جب یہ سووے صنم
کریں سورہ نور کو اسپہ دم
تمہارا مرا بول بالا رہے
یہ اس گھر کا قایم اجالا رہے

کہا تب خواصوں نے حق سے امید
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں رو سفید
پھر اسنے حکم لے وہاں سے شاہ کا
بچھونا وہیں جا کیا ماہ کا

قضا را وہ دن تھا اسی سال کا
غلط فہم ماضی میں تھی حال کا
سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے ہوا احمق حکیم

پڑے اپنے جو سب عیش نیچ
نہ سمجھے زمانہ کی کچھ اونچ نیچ
یہ جانا کہ یوں ہی رہیگا یہ دور
نہ دریافت کئے اس زمانہ کے

کہ اس بیوفا کی نئی ہے ترنگ
کہ گرگٹ بدلتا ہے ہردم ہزار رنگ
اگر آیا جو عیش در جام ریخت
کہ صد شام بر فرق صبحش ریخت

نیاری تعجب زمین نگار دہر
کہ آرد زیک حصہ تریاک زہر

داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سو رہنے اور پری کے اوڑا لیجانے کے

ثنائی سے اٹھ ساقی سیمبر
کہ چارو طرف ماہ ہے جلوہ گر

بلوری گلابی میں دے بھر کے جام
کہ آیا بلندی پہ ماہ تمام
جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ سن
مثل ہے کہ چاندنی چار دن

اگر تو کے دینے میں کچھ دیر ہے
تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے
وہ سونے کا جو تھا جڑاؤ پلنگ
کہ سیمیں تنوں کو ہو جسپہ امنگ

سراسر وہ بچھے زری بادلے کے
کہ تھے رشک آئنہ سات کے
بچھی چادر اک اسپہ کی صاف صاف
کہ ہو چاندنی جس صفا کی خلاف

لگے اسپہ تکئے وہ مقیش کے
کہ جیسے نہیں تھے جس کے لگے
دھرے اسپہ تکیہ کئی نرم نرم
کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم

کہانتک کہوں انکی خوبی کو پالے
جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے
وہ گل تکیے جو تھے رشک ماہ
کہ ہر وجہ تھی انکی خوبی میں ماہ

کبھی نیند میں جب کہ ہوتا تھا وہ
تو رخسار رکھ اسپہ سوتا تھا وہ
چھپائے سے سے نہ حسن اسکا تھا ماند
دے تھے لگا اسکے مکھڑے کو چاند

ہوئی جبکہ حسن کی ایک جوت
کہ جیسے ہو دو چشموں کی ایک سوت
رہیں نیند میں تھا جو وہ ہو رہا
بچھونے پہ آتے ہی بس سو رہا

وہ سویا جوان سے بے نظیر
رہا پاسبان اسکا بدر منیر
ہوا اسکے سونے پہ عاشق وہ ماہ
لگا دی ادھر اٹھ کے اپنی نگاہ

وہ اسکے کوٹھے کا عالم ہوا
غرض وہاں کا عالم دو بالا ہوا
وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ
جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

جہانتک کہ تھے چوکی کی بیدار
سو جو چلی سو گئے ایک بار
غرض سب کو وہاں عالم خواب تھا
مگر جاگتا ایک مہتاب تھا

قضا را ہوا اک پری کا گزر
پڑی شاہزادہ کی اسپہ نظر
پہ کا سا دیکھا جو اسکا بدن
جلا آتش عشق سے اسکا تن

ہوئی لاکہ جی سے اسپر نثار
دوپٹہ کو اس مہ کے منہ سے ہٹا
ہے عشق مین پہر سوجہی ترنگ
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند
جلے رشک سے اسکے شمع چراغ

وہ تخت اپنا لائی ہوائی اُتار
دیا گال سے گال اپنا ملا
کہ لے چلے اسکا امانت پلنگ
ہوا مین ستارہ سا جہ کا دوچند
کہ اس مہ کا پہنچا فلک پر دماغ
کبہی خوش ہے دل اور کبہی دردمند

جو دیکہا تو عالم عجب ہے یہان
اگرچہ ہوئی تہی زیادہ ہوس
محبت کی آئی جو دل مین ہوا
شب مین سے زمین سے اُٹہا
غرض لے گئی آن کی آن مین
زمانہ کی جیسے ہے پست و بلند

منور ہے سارا زمین و زمان
ولیکن حیا نے کہا اسکو بس
وہان سے اُسے لے اڑی دلربا
چلے تیر جسطرح سے جوش کہا
اڑا کر وہ اسکو پرستان مین

تصویر اڑا لیجانا پری کا شاہزادہ کو
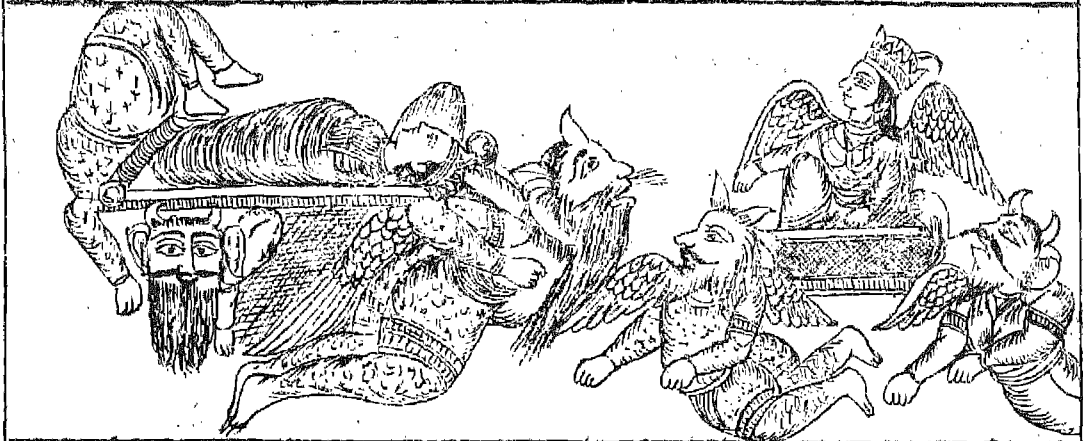
تصویر مان باپ اور سہیلیون کی حالت تباہ کرنے مین شاہزادہ کے غائب ہونے سے

داستان حالت تباہ کرنے مان باپ کی شاہزادہ کے غائب ہونے سے

شتابی مجہے ساقیا دے شراب
کرون حال ہجران زدونکا رقم
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو
کوئی دیکہہ یہ حال رونے لگی

کہ یہ حال سنکر ہوا دل کباب
کہ گذرا جدائی سے کیا اُنپہ غم
نہ وہ گل ہے اسجا نہ وہ اُسکی بو
کوئی غم سے جی اپنا کہونے لگی

یہانکا تو قصہ مین چہوڑا یہان
کہلی آنکہہ ایکایکی جو وان کہین
پہر دیکہہ حال یہ حیران کار
کوئی بابلا کی سی پہرنے لگی

ذرا اب سنو غمزدونکا بیان
تو دیکہا کہ وہ شاہزادہ نہین
کہ یہ کیا ہوا ہاے پروردگار
کوئی ضعف کہا کہا کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو
رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب
نہ بن آئی کچھ انکو اس کے سوا
کلیجہ پکڑ ہاں تو بس رہ گئی
کہا شہ نے جیسے وہاں کا دوپٹہ
یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا
عجب بحر غم سے ڈبویا مجھے
لب بام کثرت جو اکثر ہوئی
عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ
اوٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل
گیا جب کہ وہ سرو اس باغ سے
صدا اب کوئی جو او نہوں کی سنے
ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
اوڑا لونہ نرگس کا آنکھوں کا سب
لگی آگ لالہ کے دل کو تمام
گری غم سے انگور مدہوش ہو
وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا
مژہ پر جو اشک سے تھے جھڑ گئے
کہاں وہ کوہ اور کدھر وہ آبشار
جہاں رقص کرتے تھے طاؤس باغ
منقش جہاں تھے وہ رنگین مکان
خزاں کا عالم دل میں آ گیا
وزیروں نے جو دیکھا احوال شاہ
نہیں خوب اتنا تمہیں اضطراب
خدا کی خدائی تو معمور ہے
بگڑ اور شہ کو بٹھا تخت پر

گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو
کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب
کب کہئے یہ احوال اب شہ سے جا
کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
عزیز و جہان وہ یوسف گیا
کہا ہائے بیٹا تو یاں سے گیا
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے
تلے کی زمین ساری اوپر ہوئی
قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ
کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل
نظر پھول آنے لگے داغ سے
نوک کو سے جگر تک انکے پہنے
گلوں کا جگر دور سے ہٹ گیا
ہوئی پھول شبنم کے ماتم کی شب
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام
پڑی ساری ساری سیہ پوش ہو
سو آنکھوں وہ رنگینی دیکھنا دیکھے
غرض روتے روتے گرے پڑ گئے
کوئی دل میں روئی کوئی زار زار
لگے بولنے ان منڈیروں پہ زاغ
ہوئی سب وہ جوں دیدہ خوں چکاں
جگر برگ گل کی طرح چھڑ گیا
کہ ہوتی ہے اب اسکی حالت تباہ
نصیبوں سے لٹا بد ملے وہ شتاب
غرض اسکے نزدیک کیا دور تھی
بہر نوع رہنے لگے با دگر

کوئی رکھ کے زیر زنخدان چھری
کسی نے دی کھول سنبل سے بال
سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
ہوا گم وہ یوسف پڑی یہ جو دہم
گئی لے وہ شہ کو لب بام پر
مری نوجوان میں کدھر جاؤں پھر
کروں اس قیامت کا کیا بیاں
وہ شب آدھی جس طرح سے گزری
سحر نے کیا جب گریبان چاک
غم و درد سے دل جو سب کا بھرا
اکڑ تا گئی سرو سے پتا پھول
ہوئی خشک اور زرد ساری بہار
تبسم گیا حزن سے غنچہ بھول
لب جو کی اور لنے لگی گرد گرد
پڑا ماتم اس باغ میں ایسا سخت
اگے تھے جو پتے درختوں کے بات
چلتے تھے فوارے جو اس کے وہاں
ہوا حال چشموں کا بہا ناب تباہ
نہ جنگلوں کا عالم نہ وہ قمری
سہانی وہ جو جا میں دلچسپ تھیں
گلوں کی طرح کہل رہتی جو گل
نہ غنچہ نہ گل نہ گلستان رہا
کہا گو جدائی گوارا نہیں
خدا جانے اب سمیں کیا بھید ہے
نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام
لٹا یا بہت باپ نے مال و زر

رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی
طمانچوں سے جیوں گل کیے سرخ گال
گرا کر کے خاک پہ کہہ ہائے پسر
گیا خادمان محل نے ہجوم
دکھایا کہ سونا تھا یاں سہپر
مجھے پر نظر لطف نہ کی ہے تقصیر
ترقی پہ تھا ہر دم شور و فغاں
رہی تھی جو باقی وہ رو نے کٹی
اوڑانے لگے ملک سب سر پہ خاک
ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا
اوڑنے لگیں قمریاں سر پہ ہو
ثمر لگ گئے پاؤں ہوئی پائمال
ہم غم سے از بس لہو پیکے پھول
گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد
ہوئی نخل ماتم تمامی درخت
وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ
گیا سب نکل انکا تاب و توان
گیا رخت پالی نے اپنا سیاہ
نہ وہ آب جوئیں نہ وہ سر سری
سو اب کیا ہو کہ اب لگی وان نہیں
سو وہ سب خزاں سے ہوئی مضمحل
فقط دل میں اک خار ہجران تھا
ولیکن خدائی سے چارا نہیں
سمجھتے ہیں جلنیوں کو امید ہے
اسی کی غرض ذات کو ہے دوام
ولیکن نہ پایا کچھ اسکی خبر

کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی وہاں
کہ تا راز اسکا نہووے عیاں
وہ پریوں میں ازبسکہ تھی خوشنود
نئی چیز لاتی تھی اس کے حضور

عجائب غرائب پرستان میں
دکھاتی تھی ہر شب اسے تا لگے
نئے کھانے اور میوہ اقسام کے
مہیا سب اسباب آرام کے

نئی کشتیاں روز پوشاک کی
خوشامد سدا جان غمناک کی
نئے ساز گانے وہ انکے نئے راگ رنگ
کہ تا دل لگے اور نہ ہووے جی تنگ

شرابوں کے شیشے چنے طاق میں
کہ ترک وہ کر نکلے نہ آفاق میں
شراب و کباب و بہار و نگار
جوانی و مستی و بوس و کنار

نہ تھا اور کچھ غم بجز اس کو وہاں
بغیر از غم دوری دوستاں
اسی غم سے کھل کھل کے مرتا وہ
سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ

پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے
وہ بیٹھی تھی اس کو اڑائے ہوئے
وہ تھی نازنین بھی بہت عقلمند
شکھلانے سی کچھ اسکے ہوتی تھی بند

کہا اک دن اسنے سن بے نظیر
مری دام میں تو ہوا ہے اسیر
تو اک کام کر ایک پہر بھر کہیں
کیا کر تماشا ایک سیر روئے زمین

تو رک رک کے دل کو نہ کر اپنے بند
نہ پہونچے کہیں تیرے دل کو گزند
سر شام جاتی ہوں میں پاس
اکیلا تو رہتا ہے ایسا اداس

یہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے
ولیکن یہ دے تو پتا کا مجھے
کہ گر شہر کی طرف جاوے کہیں
دیا دل کسی سے لگا دے کہیں

تو پھر حال ہو تیرا حال گنہگار کا
وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
کہا کیونکہ میں تم کو جاؤنگا بھول
مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول

کہا ماہ رخ نے کہ تجھ کو یہ تخت
کہ بخشا تجھے میں سلیمان کا تخت
جو اترے تو کل اسکی یوں چھیڑیو
جو برعکس چاہے تو یوں موڑیو

زمین سے لگا اور تا آسمان
جہاں چاہیو جائیو تو وہاں

داستان گھوڑے کی تعریف میں

کہوں کیا میں اس اسپ کی خوبیاں
پرندوں میں کب ہوں یہ خوبیاں
ذرا کل کو موڑی فلک پر ہوا
جو کہیے تو کہئے اسے باد پا

نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی
نہ ٹاپے نہ بیمار ہووے کبھی
نہ حشر سے نہ کھرے نہ شبکور وہ
نہ وہ کاہیدہ لاغر اور نہ وہ [illegible]

نہ پٹو نہ کانا موٹروں کا خلل
ہو پیشانی او پر ستارے کا بل
نہ ساپن نہ ناگن نہ ہونیکا ڈر
ہر اک عیب سے وہ غرض بے خطر

یہ گھوڑا جو اس کل کا تھا نقش کا
فلک سیر تھا نام اس نقش کا
سر شام وہ بے نظیر جہاں
اسی [illegible]

ہر اک طرف سے ہو گذرتا تھا وہ
وہی ایک پہر سیر کرتا تھا وہ
پھر جبکہ پہنچا تو پھر تا شتاب
کہ پھر قصر میں [illegible]

داستان وارد ہونے میں بے نظیر کے باغ میں بدر منیر کے

کہ ہر ہے تو اے ساقی شوخ رنگ
کہ آیا ہوں میں بیٹھے بیٹھے بہ تنگ
پلا مجھکو دارو کوئی تیز و تند
کہ ہوتا چلا ہے مرا ذہن کند

مرے توسن طبع کو پر لگا
مجھے بالنے لیچل فلک پر اڑا
سنو ایک دن کی یہ تم واردات
اٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات

ہوا ناگہاں اسکا اک جا گذر
سہانا سا اک باغ آیا نظر
سفید ایک دیکھی عمارت بلند
کہ تھی نور میں چاندنی دو چند

وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا
وہ نکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور
لگا شام سے صبح تک وقت نور

یہ عالم جو پایا تو کوٹھے پہ آ
اترا اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا
لگا جھانکنے اس مکان کے تئیں
کہ دیکھوں تو یاں کوئی ہے یا نہیں

جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہ سب کچھ گیا اپنے جی سے گذر
کہا جی سے اب تو کچھ ہو سو ہو
ذرا چلکے اس سیر کو دیکھ لو

کچھ چھپ اترا وہ سہما پا تو وہ
نظر سے بچائے ہوئے جا تو وہ
الگ کھول پاؤں سے کو اڑ
چلا سایہ سایہ درختوں کی آڑ

تھے انبوہ کتنے با ہم درخت
کہ لپٹے ہوں جس طرح مشتاق سخت
لگا دیاں سے چھپ چھپ کے تکنے نظر
درختوں سے جوں ماہ ہو جلوہ گر

جو دیکھے تو صحبت عجیب وہان
ملی جنس کی اپنے جو اس کو بو
در و بام کا سب لخت سارے سفید
زمین کا طبق آسمان کا طبق
ہوئی اسکے عالم پہ جسدم نگاہ
کہین دیکھے اُس کے تئین ہوشمند
لپیٹے ہوے بادلون سے درخت
لب نہر پر صاف جو غور کی
سقرض پڑا اسمین مقیش جو
غرض اپنی صورت سے تارون کو
فقط چاندنی مین کہان طور یہ
گل و غنچہ زرین و تاج و خروس
کھڑا اک تکیہ زر نگار
[illegible] دوڑا اک قدر زرتار کے
[illegible] بچھی مسند اک جگمگی
بلورین صراحی و جام بلور
چمن سارے [illegible]
[illegible] سایہ [illegible] نگاہ
کرون [illegible] حسن کو انتخاب
نکل اپنی حالت سے کثرت مین آ
حقیقت کی لیکن ابصار ہی سو

عجب چاندنی تھی عجب سمان
لگا تکنے حیرت سے ہر اک کو
ہر اک طاق محراب صبح امید
سنہری روپہلی ہون جیسے ورق
اور آیا نظر اسمین اک رشک ماہ
پری کو کیا ہیگا شیشے مین بند
زمین وہوا صاحب تاج و تخت
تو ٹوپڑی تھی وہ اک بلور کی
گرا ماہ وہان رشک سے ہو زری
زمین کو فلک کا بنایا تھا جوڑ
کہ طرہ نہ جبتک ملے اور یہ
زمین چمن سے جبین عروس
کر تھے جھکے جہالر پہ موتی نثار
لڑی جون کناری کے ہون ہار کے
کہ تھی چاندنی جیسے قدمون لگی
دل و دیدہ وقف تماشای نور
جوانان شبو کے ہر جا پر سے
تو ہر وہ بھی جون سایہ مہر و ماہ
ہر اک آئینہ مین وہی ماہتاب
وہی نور ہی جلوہ گر جا بجا

عجب صورت زمین اور طرفہ محل
نظر آئی وہان چاندنی کی بہار
مغرق زمین پر تمامی کا فرش
بلورین دھری ہر طرف سنگ فرش
طرح اسکی ہر دل کی مانوس تھی
ہر اک سمت وہان نور کا اژدہام
ملبب وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر
پڑی اسمین فواری چھٹتے ہوے
لئے گود مقیش چھوٹے بڑے
ہوا مین وہ جگنو سے چمکے بہم
زمانہ زرافشان ہوا زرفشان
خرامان زری پوش ہر ماہ وش
جڑاؤ وہ استادہ الماس کے
کہون کیا مین جہالر کی اسکی بہین
نہ بھولی سمانے تھے تکئے دھرے
زمین نور کی آسمان نور کا
ستارون کا مہتاب مین حال یون
کرے ہی نگہ جس طرف کو گذر
نظر جسطرف جائے نزدیک دور
بجز رنگ سے ہر طرف ماہتاب

چلا دیکھتے ہی دل اسکا نکل
کہ آنکھون سے نکلی خبر کی اختیار
جھلک جسکی لے فرش سے تا بعرش
کہ جس سے منور ہے رنگ رفرش
کہ گویا وہ شیشی مین فانوس تھی
لگے آئینے قد آدم تمام
پڑی چشمہ ماہ سے جس مین لہر
ہو ابیج ہوتی سے لٹتے ہوئے
ہر اک ستارے اڑا دین کہڑے
ملین جلوہ مہ کو زیر قدم
زمین سے لگا تا آسمان زرفشان
کہ زمین دیکھ کر مہر و مہ جنکو غش
ڈھلے ایک سانچے کے راس کے
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن
کہ تھے وہ فقط حسن سے بھرے
جدہر دیکھو ادہر سمان نور کا
کہ جو نہین پانی کے قطرے ہون جون
بجز نور آتا نہین کچھ نظر
اسی ایک مہ کا ہی ہر جا ظہور
وہی ایک مانگتہ کہ جس کی کتاب
کہ دیکھے نہ اسکے سوا غیر کو

داستان تعریف مین بدر منیر اور عاشق ہونا بینظیر کا

گلابی مرے سامنے ساقیا
کرون اس مکان کی بلین کا
برس بیندہ ایک کا سن و سال
[illegible] کھڑی ادہر ادہر تمام
ادہر آسمان پر وہ رخشندہ مہ

سہ چارہ کو دکھا کر بلا
کہ ہر بعد خاتم نگین کا بیان
سہانی [illegible] مین اور صاحب جمال
ستارون کا جون ماہ پر ازدحام
ادہر یہ زمین پہ سہ چارہ وہ

کہ دیکھے سے جسکے ہو دل کو سرور
وہ مسند جو تھی موج دریای حسن
دئے کہنی تکیہ پہ اک ناز سے
وہ بیٹھی تھی سج دہج بنائے ہوے
پڑا عکس دونون کا جو نہر مین

نظر تا مہ کہ جای نزدیک و دور
وہان دیکھی اک مسند آرا حسن
سہانی [illegible] بیٹھی تھی انداز سے
دل اس چاندنی پر لگائے ہوئے
لگے لوٹنے چاند ہر لہر مین

نظر آئے اتنے جو اک بار چاند
کرون اسکی پوشاک کا کیا بیان
اور اک اوڑھنی جون ہوا کا حباب
گریبان مین تکمہ اک الماس کا
جہلک پائجامہ کی دامن سے یون
وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن
وہ آنکھون مین سرمہ وہ مژگان کی نوک
لگا دہگدگی بیچ لڑ ست لڑا
تلے اسکے موتی لگے گرد کل
جواہر سے بینے کی ہیکل جڑی
کسی کے کہان ہاتہ وہ پاؤن آئے
سب اعضا بدن کے موافق درست
وہ مکھڑا ایسے دیکھ مہ داغ کھائے
کچھ اک تمکنت اور کچھ اک بانکپن
تغافل حیا ناز شوخی غرور
وہ ابرو کہ محراب ایوان حسن
در گوش جب انکا تابندہ ہو
وہ رخسار نازک کہ ہو جای لال
وہ ساعد وہ بازو بہرے گول گول
زبس مثل آئینہ تہا اس کا تن
وہ زانو کہ آجائے گر اسپہ ہاتھ
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
بتا کیا کہ کیسی ہی گو چال لائے
عجب پشت پا صاف انگشت پا
یہ قدرت کا دیکھا جو اُسنے خیال
جو دیکھین تو ہر اک جان حسین

زمانے کو کیے منہ کو لگے چار چاند
فقط ایک پشواز آب رواں
چھپے دیکھ شبنم کو آوے حجاب
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
کہ روشن ہو فانوس مین شمع جون
وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نور تن
کرن پہول کی اور پاہے کی جہوک
سراسر گلے حسن اس کے پڑا
کہ جون شبنم آلودہ ہو برگ گل
کمر اور کولے کے نیچے پڑی
جواہر جہان بالونہر پڑ کے جائے
ہر اک کام مین اپنی چالاک وچست
وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے
غرض ہر طرح مین انوکہی پہبن
ہر اک اپنے موقع سے وقت ضرور
جہکی شاخ نخل گلستان حسن
صدف کا دل صباحت شرمندہ ہو
اگر اسپہ بوسے کا گذرے خیال
برابر ہو الماس کے جتنا تول
کہے تو کہ تہی ناہنڈ عکس ذقن
رہے عمر بہر ہاتھ زانو کے ساتھ
قیامت کرے جسکو جہک کر سلام
کہان پر وہ رفتار کو اسکی پاے
کف پا دکہاوے سر پشت پا
کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال
درختون کی ہے اوٹ ماہ مبین

عجب طرح کا حسن تہا جانفزا
زبس موتیون کی تہی سنجاف کل
صباحت صفا اسمین جہلکی ہوئی
وہ کُرتی وہ انگیا جواہر نگار
صفائی پہ پوشاک کی دیکہیو
جڑاؤ وہ بالے کہ ہالے کا رشک
وہ موتی کا دولڑا وہ موتی کا ہار
جڑاؤ دہکتی وہ چنپا کلی
جہانگیریون کا کرون کیا بیان
فقط موتیون کی پڑی پازیب
سراپا زبان ہو اگر میرا تن
جہان راستی چاہیے راستی
جو کچھ چاہیے تہا یک سی انگ
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن مین
تبسم تکلم ترحم ستم
نگہ آفت و چشم عین بلا
وہ بینی کہ جسکی نہین کچھ نظیر
نہین رطب یابس کا یان حساب
وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب
کمر کو کہون کیونکہ مین اسکے پیچ
وہ ساق بلورین وہ انداز پا
وہ اٹھکہیلیان اور اوسکی چال
الگ چال سکی کوئی کیا چلے
سفرق جواہر سے اک جفت کفش
درختون سے وہ دیکھتا تہا یہان
یہ چرچا جو پہیلا کہ ظاہر ہوا

کہ مہ روبرو جسکے تہا ٹہگسا رہا
کبہی تو وہ بیٹھی تہی موتی سی تل
پڑی سر سے کاندہے پہ ڈہلکی ہوئی
نیا باغ اور وہ ابتدا کی بہار
وہ موتی مین ہے کہ میلی نہ ہو
وہ موتی کے بالے کہ عاشق کا [illegible]
سدا اشکبار ابر دیدہ جسپر نثار
رہی جس سے الماس کو بیکلی
کہ اٹھتی تہی پانہون جسکے فغان
کہ جسکے قدم سے گہر پائے زیب
سراپا ہے اس کے کرون سحر
کبہی جس جا چاہیے وہان کبہی
نزاکت بہرا سیدہ تی کا سا انگ
غرض دلبری اسکی فرمان مین
موافق ہر اک حوصلے کے کرم
مژہ دین صفون کو الٹا بہلا
سے انگشت قدرت کی سیاہی
بیاض گلو سب کی سب انتخاب
شفق ہے [illegible] آفتاب
نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ
پہرے ہر سحر چشم و دل مین سدا
کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال
یہ انداز سب اسکے پاؤن تلے
نہ وہ صفت پا بلکہ صفت کفش
کسی کی نظر جا پڑی ناگہان
ہر اک حال سے اسکے ماہر ہوا

یہ سن ایک سے ایک وہان سب
کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
لگی کہنے مانہا کوئی اپنا کوٹ
کسی نے کہا دیکھیو اے بوا
یہ آپس مین باتین جو ہونے لگین
کہا مین تو دیکھون یہ کہہ کر اٹھی
کچھ اک تھوڑا سا جو دل کہا تی تو ہے
گئی جب وہ کر کے دل اپنا کرخت
سرکنے کی وہان سے نہ جا گہ نہ
نئی پشت لب سے سونگی نمود
تہامی کی سجاؤ نہ جلوہ کنان
عجب سج سے بیچ بیٹھے تھے مل
وہ موتی کا کنگن زمرد کی ہڑ
اک الماس کی ہاتھ انگشتری
بدن آئینہ سا دمکتا ہوا
قیافہ سے ظاہر سراپا شعور
یہ عالم جو دیکھا جو غش کر گئین
عجب سبز سبز سیر مہتاب مین
اٹھا پائے گا اون کو جلد اے نگار
گئی اسجگہ جسجگہ بدر منیر
غرض بے نظیر اور بدر منیر
تہی ہمراہ اوسکے اک دخت وزیر
شتابی سے لا اوسنے چہرکا گلاب
وہ شاہزادہ دل شدہ ٹھٹکا
چلی اوسکے آگے سے منہ موڑ کر

برگ برگ گل کیطرح غنچہ لب
کسی نے کہا چاند ہے یا ان
ستارا پڑا ہے فلک پر سے ٹوٹ
کھڑا ہے کوئی صاف یہ مردوا
اشارون سے گھاتین ہونے لگین
گیا سمنا جی تو وہ کر اٹھی
دھڑک اپنے دل کی سناتے ہوئے
وہان جس جگہ تھے وہ باہم درخت
ولے حیرت عشق نے گاڑ پانو
جسے دیکھ نیلا ہو چرخ کبود
کہ جیون عکس سبزہ بر آب روان
کہہ ہر پیچ پر پیچ کہا تا تہا دل
لٹک جسکی زیبندہ دستار پر
سراسر حنا دست و پا مین لگی
گل باغ خوبی لہکتا ہوا
جبین پر برستا شجاعت کا نور
وہ جیتی کہ آئی نہین سر بگین
یہ عالم تو دیکھا نہین خواب مین
سنبھالی کہین ہاتھ سے یہ بہار
اور اوسنے جو دیکھا شہ بے نظیر
گرے دونون آپس مین ہو کر اسیر
نہایت حسین اور قیامت شریر
تب آئی تنون مین انکے تاب
وہین رنگیا نقش پا سا جھجک
وہین نیم بسمل اسے چھوڑ کر

جو دیکھین تو شعلہ سا روشن ہر
کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن
ہوئی صبح شب کا گیا اٹھو حجاب
کسی نے کہا یہ تو لد دلدار ہے
گئی بات یہ شاہزادی کے کان مین
خواصون کے کاندھے پہ دھر اپنا
گئی سہہ مین تہین جو کچھ کچھ پڑہین
جو دیکھین تو ہے اک جوان حسین
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
گلے مین پڑا نیمہ شبنم کا ایک
طرحدار ایک سر پہ بیٹھا سجا
جواہر کا تکمہ گلے مین لگا
وہ گورا بدن صاف ترکیب وار
عیان جیتی وچابکی ہاتھ سے
اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل
ولے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
شتابی سے جا کر کہا وہان کا حال
کہے سے ہمارے نہ مانوگے تم
نہین اور کچھ تم نہ کیجو ہراس
گئے دیکھتے ہی سب آپس مین مل
رہی کچھ نہ تن من کی سدہ اسے
زبس تہی ستارہ سے وہ دلربا
وہ اوٹھتے تو اٹھی پہ حیران سی
کہ وہ نازنین کچھ جھجک منہ چھپا
وہ گدی وہ شانے وہ پشت کمر

درختون کا روشن سا آنگن ہے
کسی نے کہا ہے قیامت کا دن
درختون مین نکلا ہے یہ آفتاب
کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے
یہ سنتی ہی جاتا رہا اسکا ہوش
عجب اک ادا سے چلی ساتھ ساتھ
وہان مین وہ پٹہ پٹہ آگے بڑہین
کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ جبین
مرادون کی راتین جوانی کے دن
بدن سے عیان نور کا عالم ایک
تہامی کا ٹیکا کمر سے بندھا
ستارہ ہو جون صبح کا جگمگا
بہر عضو ڈنڈ پر نور تن کی بہار
نمود جوانی ہر اک بات سے
جوانی کی شب کا سمان بر محل
کھڑا دل کسی پہ لگائے ہوئے
کہا اے شاہزادی حسب صنا جمال
جو دیکھوگے انکھون جانوگے تم
چلی آؤ تم ان درختون کے پاس
نظر سے نظر چہپے جی دل سے دل
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدہ اسے
اسے لوگ کہتے تھے نجم النسا
گل شبنم آلودہ گریان سے
کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف مین

پلا ساقیا ساغر مشک بو
کرون اسکے بالون کا کیا مین بیان
وہ کنگہی وہ چوٹی کبہی صاف صاف
نمایان تہی یون اوڈہنی سے جہلک
سنگارون مین وہ سب ہی آتار
گل و سنبل اسپر ہے قربان ہے
ولے ہاتہ آتا ہے اسکا کٹہن
وہ پیٹہ اسکی شفاف آئینہ سان
بہری تہی دلون سے زبس مانگ
کشاکش مین تہا ورنہ جینا تو ہیچ
کری شرح جو کوئی اسمین موباف
کہانتک کہون اسکی چوٹی کی بات
بہت موشگافی جو کی مین وہان
اب اس پیچ سے باہر آتا ہون مین
ادائین سب اپنی دکہاتی چلی
یہ پہر کون کمبخت آیا یہان
دیا ہاتہ سے چہوڑ پردہ شتاب
مجہے چہ پلے تو خوش آتے نہین
کیا ہے اگر تو نے گہایل اسے
مے عیش کا جام اب نوش کر
کہان یہ جوانی کہان یہ بہار
سبہی یون تو دنیا کے ہین کاروبار
کہان جاہ مولے ہین یوسف عزیز
شتابی سے مجلس کو تیار کر
شب و روز پی ملکے جام شراب
مین سمجہی ترا دل گیا ہی ادہر

کہ ہے مجکو درپیش تعریف ہو
نہ دیکہا کسی رات مین وہ سمان
کنارے کا پیچہے چمکتا موباف
کہ جون ابر مین برق کی ہو چمک
یہ کہتے ہین چوٹی کا اس کو سنگار
کہ اسکی لٹک مین عجب آن ہے
کہ ہے فی الحقیقت وہ کالی ناگن
لٹ اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہان
بہت دل لٹا اس سے کنگہی مانگ
پہلے کو رکہا اسنے ڈہیلا ہی پیچ
کری خون دل اپنا اسکو معاف
کہ تہوڑا ہی سا انگ اور بڑی ہے رات
گہٹا اینکی جاگہ نہ تہی درمیان
سمان ایک تازہ سناتا ہون مین
چہپا منہ کو اور مسکراتی چلی
مین اب چہوڑ گہر اب جاؤن کہان
چہپا ابر تاریک مین آفتاب
ترے ناز بیجا یہ بہلتے نہین
تو مت چہوڑ اب نیم بسمل اسے
غم دین و دنیا فراموش کر
یہ جوبن کا عالم رہے یادگار
ولے حاصل عمر ہے وصل یار
اری باؤلی چاہ مین کر تمیز
تو اس گل سے گہر رشک گلزار کر
مہ مہر کو رشک سے کر کباب
بہانے تو کرتی ہے کیون مجہسے پہر

سر شام سے دی یہانتک شراب
وہ زلفین کہ دل جسمین الجہا رہے
کہون اسکی کا کیا مین رنگ
موباف زری نے کیا ہے غضب
نہ ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
لڑی تہی زبس سحر اسکی ساتہ
الٹ کر نہ دیکہے اسے ہوشیار
کہون اسکے عالم کا کیا ماجرا
دل عاشق اسپر سے قربان ہے
غرض حسن کا اسکے سب ہے یہ
کیا قتل گو اس نے دل کو کیا
دیا شعر کو گرچہ ہے بار طول
لٹ اوپر جو پوری نہ تہی مثال
غرض وہ مری حب کہا اپنی
غرض منہ پہ ظاہر دل مین چاہ
یہ کہتی ہوئی آن کی آن مین
کہ اتنے مین آئی وہ دخت رزیر
مری طرف دیکہ تو ہائی ہائے
مگر اک خدا اہٹا زندگانی کا تو
یہ حسن جوانی یہ جوش و خروش
سدا عیش دوران دکہاتا نہین
خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ
تری گہر مین آیا ہے مہمان غریب
پلا ساقیا گل اندام کو
یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا
لگی کہنے ہنس ہنسکے وہ ماہ وش

کہ مستی مین دیکہون رخ آفتاب
الجہنے سے جی جنکے سلجہا رہے
کہ جون آخری شب چمکیگا رنگ
دیا ہے گرہ دن کو دنبال سب
کہ اک نور ہے اسکے پیچہے پڑا
شب و روز کو دی رکہا اسنے گانٹہ
کہ وہ اک ستارہ دنبالہ دار
کہ جون ہو وہی دریا پہ کالی گہٹا
کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید
شفق کا نہین شام پر خون
ولیکن یہ ہے عرض میری
ہوئی ہے مری فکر مجہ پر وبال
تو گویا کہ مارا محبت کا جال
نہان آہ آہ اور عیان واہ واہ
چہپی جا کے اپنے وہ دالان مین
لگی ہنسکے کہنے کہ بدر منیر
مثل ہے کہ من بہاتا منڈیا ہلائے
مزا دیکہ اپنی جوانی کا تو
غفور ست ایزد تو ساغر بنوش
گیا وقت پہر ہاتہ آتا نہین
کرین بیکار گہر جاؤ گہر وسے
یہ ہے واردات عجب و غریب
نگہ ساتہ گردش مین لا جام کو
لگی کہنے اچہا یہان اللہ ری بہلا
ہوئی تہی انہو دیکہ مین ہی تو خوش

تبھی نے تو چہرہ کا تھا مجھ پر گلاب
بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

یہ آپس میں رمزوں کی باتیں ہوئیں
اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں

بلالائی جا اس جوان کے تئیں
کیا میزبان میہمان کے تئیں

بلا اک مکان مین بٹھایا اوسے
محل کا سماں سب دکھایا اسے

پھر اس نازنین نے پکڑا اسکا ہاتھ
بٹھایا ہوا آخر اس گل کیساتھ

ملاقات کرنا بدر منیر کا بے نظیر سے

پلا ساقیا مجکو صہبائے عیش
ملی ہے نصیبوں سے یاں جائے عیش

بہم ملکے بیٹھے ہیں دو رشک مہ
قران مہ و مہر ہے اس جگہ

ہر اک بیچ رشک گلستان ہے آج
بہار وصال عزیزان ہے آج

بزور اس کو لاکر بٹھایا جو وہان
نہ پوچھ اس گھڑی کی ادا کا بیان

وہ بیٹھی عجب اک انداز سے
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے

منہ آنچل سے اپنا چھپائی ہوئے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

پسینا پسینا ہوا سب بدن
کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن

گھڑی دو تلک وہ مہ آفتاب
رہی شرم سے پائے بند حجاب

اوتہون کے رکے بیٹھنے سے
ہوئی دل مین اپنے نجم النسا

گلابی کو لا اوسکے آگے دھرا
پیالہ کو پھر جلد اوسنے بھرا

کہا شاہزادی کو بیٹھی ہے کیا
یہ پیالہ تو اس بت کے منہ سے لگا

ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
لب لعل شیرین کو ٹک کھول تو

مین صدقے تیرے تجکو میری قسم
کئی ساغر اس کو پلا دم بدم

یہ دیکھ اسکی منت پیالہ اوٹھا
ادھر سے پھرا منہ کو او مسکرا

کہا بادہ نوشی سے ہو جسکو ذوق
ہے کو وہ پیالہ نہین اسکا شوق

کہا شاہزادی نے ہنس کر جواب
پیوں مین کسی کے نہ جوٹھے سے کیوں

غرض ہو کے آپس مین راز و نیاز
پئے دو پیالے بصد امتیاز

پھر آخر کو شہزادی نے ہی اٹھا
دیا ساغر اس مہ کے منہ سے لگا

جب آپس مین چلنے لگے جام مل
ہنسی غنچہ سا دل کھلی مثل گل

ہوئی یکدگر پھر تو تفتیش حال
لگے ہونے آپس مین قال و مقال

کھلا بند جب دم در گفتگو
جوان نے حقیقت کہی مو بمو

کی ابتدا سے انتہا جو گذری سب
جتایا سب اپنا حسب اور نسب

پھری ہی احوال ظاہر کیا
چھپے راز سے اس کو ظاہر کیا

کہا ایک پہر کی ہے رخصت مجھے
زیادہ نہین اس سے فرصت مجھے

یہین دل مین کیا پیچ و تاب
دیا شاہزادی نے اسکو جواب

مرو تم پری پر وہ تم پر مرے
بس اب ذرا تم مجھے بیٹھو پرے

مین اسطرح کا دل لگاتی نہین
یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

عبث تمسے کیوں دل لگاوے کوئی
بھلے چنگے دل کو جلا دے کوئی

بھی شمع سان کیون کوئی اشک سے
جلے کس لئے آتش رشک سے

یہ سن پاؤن پر گر پڑا بے نظیر
کہا کیا کرون آہ بدر منیر

کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر فدا
مین تجھ پر فدا ہون مجھی اس سے

کہا چل سر اپنا قدم پہ نہ دھر
کسی کے دل کی مجھ کو کیا ہے خبر

یہ رمز و کنایہ جو ہونے لگے
تو آپس مین ہنس ہنس کے رونے لگے

رہی دل کی دل مین آخرش بات
پھر پھر گئی اتنے عرصہ مین رات

خبر رات کی سن اٹھا بے نظیر
کہا اب مین جاتا ہون بدر منیر

اگر قید سے چھوٹنے پاؤن گا
تو پھر آج کے وقت کل آؤن گا

یہ مت سمجھیو ہون مین آرام مین
کہون کیا پھنسا ہون عجب دام مین

دل اس جا سے اٹھنے کو چاہتا نہین
کوئی آپ سے جان مرتا نہین

کرم مجھپہ رکھیو ذرا میری جان
مین دل چھوڑے جاتا ہون اپنا

یہ کہہ اوسطرف وہ روانہ ہوا
دل اس طرف اسکا دوانہ ہوا

کیا اپنے معمول سے بے نظیر
ادھر کا ہوا قیدی ادھر کا اسیر

پہر ساتھ کاٹی وہ جون تون نکل
اٹھا صبح ملتا ہوا اپنے ہاتھ

سماں شب کا آنکھون مین چھپایا ہوا
مزا دل مین سارا سمایا ہوا

اٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب
نہ ہو وصل اور دل تو ہو اضطراب

نئی بات کا لطف پانا غضب
وہ پہلے پہل دل ا[illegible] غضب

قلق دل پہ یعنی کٹے روز کب
ملے مجھسے شمع افروز کب

محبت مین زلف سیہ فام کی
ادہر کا تو احوال تہا اس طرح
وہ شب اس کو اژدہ و لہر ہی کٹی
کچہ امید دل مین کچہ دل کو یاس
کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار
کرون کس کی خاطر مین اپنا سنگار
نہا دہو کے اسمر غذا ایسی بنی
وہ مستی اور اسکے لب لعل فام
ستم جیسے سرمہ کی تحریر سے
وہ پشواز اک ڈاک کی جگمگی
جو دیکھے وہ انگیا جواہر نگار
ڈلک سرخ نیفے کی ابہری ہوئی
پڑی پاؤن مین کفش زرین نگار
گتہی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن
بہری مانگ موتی سے جلوہ کنان
ہوس ہو نہ دیکھ زیور کو پہر
وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب
وہ الماس کی ہیکل اک خوشنما
وہ چہاتی پہ الماس کی دہگدگی
وہ پہونچی زمرد کی اور دستبند
وہ مینی کے پاؤن مین چہلے تہے کل
زمین سے معطر ہوا تا فلک
فلک تک گئی حسن کی اسکو دہوم
بچہا فرش اور چہپر کہٹ کو صفا
ولایت کے میوی دہری ہر طرف
دہری کیا بیان ہر طلا نا سپہ شمار

لگا دیکھنے راہ پہر شام کی
کہا مین نے کر مختصر جس طرح
گہڑی جو کٹی سو الم کی کٹی
لبون پر ہنسی لیک چہرہ اداس
مجہے حسن کی اپنے دکہلا بہار
وہ ہے کون جس کو دکہاؤن بہا
کہ وہ دن کی پیچ پیچ ہو جیسی بنی
سواد دیار بدخشان کی شام
کہنچے ہاتہ کافر کی شمشیر سے
ستارون کی تہی آنکہ جس پر لگی
فرشتے ملے ہاتہ بے اختیار
گلابی سی گرد ایک نہ دی ہوئی
ستارون کی جہکی زمین پہ بہار
وہ پوشاک زیور کی اسپر پہن
نمایان شب تیرہ مین کہکشان
کہے تو کہ ٹیکا تہا اسکے سر
وہ صبح گلو مطلع آفتاب
تصور رہے جہکا دل سے لگا
رہی آنکہ سورج کی جس پر جہکی
نزاکت مین تہی شاخ گل سی وہ چہند
کہ آنکہون سے دل پہ کہاتے تہی گل
زمانہ گیا اس کی لو سے بہاس
لیا ہاتہ مشاطہ نے اپنا چوم
مرصع کا سہرا اٹہا کر غلاف
کہ بیجا وبوانکی گل پہ شرف
چہنی الگ اتنا ڈالیونکی قطار

وہ دن ہجر کا اسپہ شاست ہوا
ذرا اب سنو تم اسپہ بیان
رہی صورت آنکہون مین جو
لگا اسکو باتون مین منجم النسا
لگی کہنے چل رہی روانی نہ ہو
غرض شاہزادی بہت سوز تہی
وہ مکہڑی کا عالم وہ کنگہی کا رنگ
وہ آنکہونکا عالم وہ کاجل غضب
لکہوٹا وہ آنکہونکا مستی سے ساتہ
اور اک اوڑہنی جال مقیش کی
وہ باریک کرتی مثال ہوا
معرق زریکا وہ تہا وار بند
لگا پاس سے وہ تا زمین تا بفرق
وہ جہپ تخنی اسکی نزاکت نژاد
وہ ماتہے پہ ٹیکے کی اسکے جہلک
وہ بالی کی تابندگی زیر گوش
وہ نکہہ پہ چنپا کلی کی پہبن
وہ بہجند بازو کے اور نورتن
وہ موتی کی مالا لٹکتی ہوئی
وہ لعلون کی پازیبا آویزہ دار
وہ بالون کی اور نشاستہ ختن
کیا اس طرح سے جب اسنی سنگار
خواصون نے گہر کو دیا انتظام
وہ نرگس کے دستے جو آفاق ہر
دہرے گلخانے خاص ایوان مین
اچہا [illegible] خوشنما

اسے کاٹنا دن قیامت ہوا
ہوا طرفہ تالی کا کیا حال ان
ہوئی یاد مین صبح رخسار کی
لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا
کوئی چیز اپنی بیگانی نہ ہو
یہ شکل اسکو پہلے ہی منظور تہی
شب ماہ ہو دیکہہ کر جسکو دنگ
کہے تو پڑی نرگستان مین شب
کہ جون ماہ امن شب شنبہ بن کے ہاتہ
پڑی چاندنی سی وہ عیش کی
عیان مو بمو جس سے تن کی صفا
شریان سے تابندگی مین وہ چند
سراپا جواہر کے دریا مین غرق
چہون زور قدرت مین نخل مراد
سحر چاند تارونکی جیسے چمک
چہپے دیکہہ اڑ جائین بجلی کی ہوش
کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
کہ جون گل سر شاخ زیبا پہن
رہین دل یہان سر ٹپکتے ہوئے
سدا انتظار ساخوبی سو جس پر نثار
وہ ڈوبا ہوا عطر مین اسکا تن
ہوئی مہر و مہ اسکے منہ پر نثار
تمامی کے ہر دی لگا ہے تمام
نہ نکلا مین سوالا کر چنپے طاق مین
سوا ہو گئے عطر دالان مین
وہ پا ہوئے دالان مین جا بجا

چھپرکھٹ کے پاس اک مسند بچھا
اور اسپر گاؤ تکیے لگا

کئی عطر دان مرصع دھرے
الو کئی گھڑت کے کئی چوگھڑے

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پر از شعر سودا و میر حسن

دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش
دھری جو پڑا اک طرف کو غم تراش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اسپہ ساقی نے کر انتخاب

کہا خاصہ پر کو خبردار کر
کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

سر شام سے ہاتھ میں اک چھڑی
ولیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی

پلنگ پر بنا اور رکھا پاندان
قرینے سے اسمیں رکھے پان

سرہانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپرکھٹ دھرا

بچھی اک چوکی پڑا اور وہ پوش
کہیں دیکھ کر عشق جس پر بادہ نوش

وہ لے اس کو رکھا چھپائے ہوئے
کہ چھوٹے نہیں منہ لگائے ہوئے

یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ
خراماں ہوئے سرو نوساختہ

روش پر لگی پھرنے ادھر ادھر
کہ چھپ جائے سورج اسی دیکھ کر

پلا مجکو ساقی شراب وصال
کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال

داستان بے نظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

تڑپتا تھا ادھر جو وہ بے نظیر
ہوئی شام باری تو چھوٹا اسیر

پر اسنے بھی اتنا تکلف کیا
کہ اک دن میں جوڑے کو دھانی رنگا

پہن لال و یاقوت کے نورتن
وہ گل اسطرح ہو کے رشک چمن

یکایک جو وارد ہوا اس جگہ
کہ جس جا خراماں تھی وہ رشک ماہ

کیا چھپکے عالم پہ اسکے جو دھیان
تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان

کہی تو کہ شب چاند نے اُن کے
نکالا ہے منہ کھیت سے وہاں کے

سما دیکھ اس شعلہ سبز کا
ہوئی اور جلنے کی اس کو ہوا

کہ اب کسطرف ان کو لیجائیے
جہاں حکم ہو جا کے بٹھلائیے

کھلے یوں جب اٹھا کر نقاب
چھپا اسکو وہاں لا بٹھایا شتاب

اسے دیکھ اسنے تو پھر غش کیا
لباس اور زیور پہ غش غش کیا

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اسے
محبت کے رشتے سے اینچا اسے

کہا ہائے پیاری چلایا مجھے
رکھائی نے تیری ستایا مجھے

تڑپتا ہے کب سے پڑا میرا دل
ذرا کھول آغوش آ مجھ سے مل

ہوا پھر تو صہبائے گلگوں کا دور
ہوئی اور ہی اور کچھ وہاں کے طور

کہ دستی جو نرگس کے تھے وہاں ہزار
لگے ڈہانپنے آنکھ بے اختیار

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
چھپرکھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ
در حسن کے کھل گئے دو کواڑ

لبوں سے ملا لب دہن سے دہن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

تمامی کی سنجاف سے کر درست
بنا جلد جلد اور پہن تنگ چست

فلک سیر پہ ہو شتابی سوار
ہوا آسمان پر ہوا اک [illegible]

نظر نازنین کی جو اسپر پڑی
ہوئی جا درختوں کے اوجھل کھڑی

کہ دھانی ہے جوڑا گلے میں پڑا
چھپا سبزی میں جلوۂ آفتاب

وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب
زمرد میں جوں جلوۂ آفتاب

خواصیں جو تھیں دم بخود جانکر
کہا ایک ہمراز نے آن کر

کہا وہ جو آراستہ ہے مکان
ادھر سے تو وہ یوں ہوئے وہاں

وہ بیٹھا جو خلوت میں آ بے نظیر
اور ادھر سے آئی جو بدر منیر

زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی
حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

لگی کہنے ہے ہے مرا چھوڑ ہاتھ
یہ گرمی ہے جس سے رہا اسکے ساتھ

ارے ظالم اک دم تو تو بیٹھ جا
ذرا میرے پہلو سے تکیہ لگا

غرض آخرش بعد راز و نیاز
وہ مسند پہ پہنچی بصد امتیاز

ہوئی جب وہ بد مست دو ماہرو
لگی انہیں ہونے عجب گفتگو

خواصیں جو تھیں روبرو ہٹ گئیں
بہانے سے ہر کام کے ہٹ گئیں

لیا کھینچ ادھر ان نے جو پردہ شتاب
چھپے ایک جا دو مہ آفتاب

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوئی نکل [illegible] وہ نہال

لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
[illegible]

نہ جانے کہ جاتی جو چھاتی کے ساتھ ۔ چلے ناز و غمزہ کے آپس میں ہاتھ
کسی کی گئی چوٹی آگے سے چل ۔ کسی کی گئی جان ساری نکل
غم و درد دامن کشیدہ ہوئے ۔ وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوئے
اٹھے پیکے باہم شراب امید ۔ کوئی سرخرو اور کوئی روسفید
چھپر کھٹ سے باہر رکھا پنے قدم ۔ نکل آئی بھرتے محبت کا دم
نشے سے وہ لذت کے بیہوش ہو ۔ کوئی بیٹھ مسند پہ خاموش ہو
عرق میں ادھر غرق وہ مہ جبین ۔ کیے آنکھیں نیچے ادھر نازنین
یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم ادھر ۔ کہاں تم یہیں اودھر سے آ جا پھر
پھرے کے وہ بیٹھے اٹھا بے نظیر ۔ ہوئی غم کی تصویر بدر منیر
نہ بولی نہ کی بات کچھ کہا ۔ نہ دیکھا ادھر آنکھ اپنی اٹھا
کہا مجھ سے پیاری تو بیزار ہو ۔ پھر آؤنگا بولی کہ مختار ہو
خفا اس کے ہونے سے وہ جوان ۔ گیا تو وہ لے منہ پہ آنسو رواں
ہوئے دل جو دونوں کے آپس میں بند ۔ لگی ہجر کے دل پہ آنے گزند
بندھا پھر تو معمول اسکا مدام ۔ کہ ہر روز آنا ادھر وقت شام
پھر رات تک بیٹھنا اور بولنا ۔ در حسن اور عشق کو کھولنا
کبھی ہجر سے آنکھ ہونا ملول ۔ کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول

خبر پانا ماہرخ کا زبانی دیو کے عشق بے نظیر اور بدر منیر سے اور قید کرنا بے نظیر کا

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام ۔ کہ ہے چرخ بھی در پے انتقام
یہ دو دل کو یکجا بٹھاتا نہیں ۔ کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں
یہ دشمن وصل و دلسوز ہجر ۔ کرے ہے شب وصل روز ہجر
جدائی انہوں کی خوش آئی ۔ پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے
کسی دیو نے دی پری کو خبر ۔ کہ معشوق عاشق ہوا اور پر
یہ سنکر وہ شعلہ بھبوکا ہوئی ۔ لگی کہنے ایں یہ بلا کیا ہوئی
قسم مجکو حضرت سلیمان کی ۔ ہوئی دشمن اسکی میں جان کی
کہاں دیو ہے دے مجھے تو بتا ۔ کہا وہ کسی باغ میں تھا کھڑا
کوئی نازنین تھی اس کے ساتھ ۔ کھڑی تھی دئے ہاتھ میں ہاتھ
قضا را اڑا میں جو ہو کر ادھر ۔ وہ دونوں وہاں پڑے مجکو نظر
یہ اڑتی سی اسکی خبر سن پڑی ۔ کہا دیکھئے پاؤں اس کو ذری
تو کہا جاؤں کچا اسے موت ہو ۔ لگی ہے مری ابتو وہ موت ہے
وہ آوے تو آگے مرے نابکار ۔ گریبان کو اسکے کروں تار تار
یہی قول اقرار تھا میرے ساتھ ۔ بھلا اسکا دامن ہے اور میرا ہاتھ
ہمارے بزرگوں نے ہے سچ کہا ۔ کہ ہیں آدمی زاد کم بیوفا
غضب ناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر ۔ کہ اتنے میں آیا وہ رشک قمر
اسے دیکھ غصہ میں وہ ڈر گیا ۔ کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلا سی وہ دیکھ اسکے پیچھے ۔ کہا سن تو اے موذی ڈاڑھی
تجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا ۔ کہ اس آدمیزادی کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یوں رہنا اور یہ ۔ یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
مچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی ۔ بھلا اسکا بدلا نہ بول تو سہی
کہ پھر جیسے راتوں کو دل شاد تو ۔ کریگا دنوں کو بہت یاد تو
مزا چاہ کا دیکھ اپنے ذرا ۔ جھکاتی ہوں کنوئیں دیکھ اب ذرا
تجھے جی سے ماروں تو کیا ہی ۔ ولے چاہتی ہوں یہ تیرے
کہ چاہ الم میں پھنساؤں تجھے ۔ رہنا ہے تو جیسا رلاؤں تجھے
یہ کہہ اور بلا اک پری زاد کو ۔ کہا سنیو نہ اس کی فریاد کو
اسے کھینچتا یہاں سے شتاب ۔ وہ صحرا جو ہے درد و محنت کا باپ
کنواں اس میں جو ہے مصیبت ۔ کئی سن کا پتھر ہے اس پر دھرا
اسے جا کے اس چاہ میں بند کر ۔ وہی سنگ پھر اس کے سر پر دھر
سحر شام کھانا کھلانا اسے ۔ اور اک جام پانی پلانا اسے
نہ دیجو سوا اس کے جو کچھ کہے ۔ یہی اسکا معمول دائم رہے
یہ سن دیو اس گل کے نزدیک آ ۔ پکڑ ہاتھ اسکا فلک پر اڑا
کڑی اسپہ جو آسمان بلا ۔ دل اس نازنین کا ہوا ہو چلا
ہوا یوں جو اس بخت اژدن کا ۔ چلی آہ نالے کی ساتھ اسکے فوج

کہا دل یہ رتبہ جو آج ہے
یہی عشق کی جان معراج ہے

وہ یوسف کنوئیں میں ہوا جبکہ
ہوا اس سے پستی کا رتبہ بلند

منور وہ گہرا اسکا سارا ہوا
کنوئیں کی وہ بجلی کا تارا ہوا

ولے پاؤں جب اسکا نہ پڑ گیا
کنواں اسکے اندوہ سے بھر

ہوا واں سے اوپر گئی کانپ
کنوئیں نے سنگ سے منہ کو لیا

اندھیرے اُجالے نہ نکلا تھا وہ
ہوا قید اس اندھیری وہ

اندھیرے نے کیا دم خفا
کہ جوں لے سیاہی کسی کو دبا

پکارا وہ جس کو فریاد کر
نہ پہنچا کوئی کاروان اُدھر

وہ چاہ تاریک اسکا رفیق
وہی سنگ سر بجائے شفیق

کنواں ہی مدام اسکا ہمدم رہا
جو اسکے سنے وہی اس سے کہے

سیاہی میں جیسے وہ کافر کا دل
صعوبت میں اس جہنم خجل

غم و درد الفت کو کھا کھا کے
کھو پانی اپنا کنوئیں میں پڑے

نہ تھا وہ کنواں تھا وہ ستون الم
نشان شب آفت و درد و غم

نہیں مخلصی سوجھتی ہے اُسے
نکالے خدا دیکھئے کب اُسے

سہم دو دلوں میں جو ہوتی ہے
تو ہوتی ہے دل کے تئیں راہ

کسی دن نہ آیا جو وہ رشک ماہ
نظر میں ہوا اسکے عالم سیاہ

کہا اس نے بی تمکو سودا ہے کچھ
وہ معشوق ہے اسکو پروا ہے

وہ رہ رہ کے تمکو دلاتا ہے چاہ
عبث آپکو تم کرو مت تباہ

تفقول بہلا کچھ نکالا کرو
ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو

گئے اُسپہ دن جب کئی اور بھی
بگڑنے لگے پھر تو کچھ تو بہی

تھرنے لگا جان میں اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

خفا زندگانی سے ہونے لگی
کہا لینے سے جا جا کے رونے لگی

نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو
تو اوٹھنا اسے کہکے باجی چلو

کسی نے جو کچھ بات کی بات
یہ دی کی جو پوچھی کہی رات کی

کسی نے کہا سیر کیجے ذرا
کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا

کیا بند پھر جا کے اس چاہ میں
کنواں وہ جو تھا آفت کی راہ میں

کھلے اس کنوئیں سے یکایک نصیب
گرا آ وہ اسمیں سمن و لعفریب

وہ اندھا پڑا تھا سو روشن ہوا
جوان اسمیں وہ سانپ کا من ہوا

زمین میں سمایا تحیر سے آب
گئے سوکھ آنسو کنوؤں کے شتاب

دل اوس نازنین کا دھڑکنے لگا
جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو ہونے لگا

نکلنے کی سوجھی نہ وہاں اسکو راہ
ہوا اُسکی آنکھوں میں عالم سیاہ

فغان کی بہت اور پکارا بہت
سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت

نہ مونس نہ غمخوار اسکا کوئی
نہ تھا خبر خدا یار اسکا کوئی

ہوا بھی نہ وہاں جس سے دم سا
کنوئیں کی سنے کون آواز کو

کنواں اسکو پوچھے وہ پوچھے اوسے
اندھیری ہوا کچھ نہ سوجھا اوسے

نہ شب کی سیاہی نہ وہ دن کا نور
سدا ظلمت غم کا اُسپہ ظہور

اس اندھیر کو کیا لکھوں اب میں آہ
قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ

کروں مختصر بیان سے اس غم کی
لگا رہنے اُسمیں وہ آب حیات

پھنسا اسطرح سے جو وہ بے نظیر
پڑی تھی بیقراری میں بدر منیر

قلق وہاں کنوا تو وہاں رنج ہو
رکا جی وہاں یہاں خفا دل ہوا

لگی کہنے نجم النساء سے ہوا
خدا جانے اس شخص پر کیا ہوا

خدا جانے کس شغل میں لگ گیا
مری چیز ہو انسا ہی ہونا خدا

رُکے وہ کوئی اس سے رک جائیے
جبکہ آپ ہی وہ تو آپ جہاں جائیے

یہ سن چپ رہی دل میں کہا تاب
دیا کچھ نہ اس بات کا پھر جواب

دیوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
درختوں میں جا جا کے گرنے لگی

تپ ہجر گھر دل میں کرنے لگی
ذرا اشک سے چشم بھرنے لگی

تپ غم کی شدت سے وہ کانپ
اکیلی لگی رونے منہ ڈھانپ

جہاں بیٹھنا پھر اوٹھنا اوسے
محبت میں دن رات گھٹنا اسے

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر ہے بہتر منگوائیے

جو پانی پلانا تو یہ نہ پیتا اُسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

ہوئی اسکے بیٹھے سے گلشن کی زیب
گل و غنچہ و لالہ آپس میں مل
ہوئے وہ انکے آئینہ دیوار و در
اری ہے کوئی ذرا ہاں جائیو
خفا ہوں مزاج بہی مشغول ہو
یہ سنتے ہی دوڑی گئی اک نگار
عجب چال سے وہ چلی ناز مین
لٹیں منہ پہ چھوٹی ہوئی سر بسر
فقط کان میں ایک بالا پڑا
بندہا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال
وہ اٹھی ہوئی چین پشواز کی
چلی وہ انسے دامن اٹھاتی ہوئی
کبھی کا فراور ہے دل نواز
روش پر جو فرش انکے حضور
دیا آسمان پر جو طبلوں کو کھینچ
عجب تال پڑتی تہی انداز سے
گل و غنچہ کیطرح محبوب تہی
وہ گانے کا عالم وہ حسن بتان
درختوں کی کچھ پہانوا در دہوپ
وہ لالہ کا عالم ہزارے کا رنگ
وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
وہ اڑتی ہوئی نوبت کی دہی سدا
وہ دل چھینا ہانتہ پر دہرکے ہاتھ
غرض جو کھڑی تہی کھڑی رہ گئی
لگی دیکھنے آنکھ نرگس اٹھا
درختوں سے تڑپنے لگے جانور

گیا اڑ صبا کا بہی صبر و شکیب
لگے کہنے اس باغ کا ہے یہ دل
وہ مہ سب کے دل میں ہوئی جلوہ گر
مری عیش بائی کو لے آئیو
کوئی دم تو داغ جگر پہول ہو
لیا عیش بائی کو اسنے پکار
کہ سنتی ہیں بانو کہیں کا کہیں
کہ بدلی ہو جوں سہ کرا دہر اودہر
کہے تو کہ تہا مہ کے ہالا پڑا
کمر کی لچک اور شتاب کی وہ چال
وہ سکی ہوئی چولی انداز کی
کرتی سے کرتے کو بچاتی ہوئی
لیے ساتھ ساتھ اسکے اپنی ناز
ادب سے وہاں بیٹہیاں ملکر دور
ہر اک تہا بیرون لیا سب کا اینچ
کہ بیکل تہی ہر تان آواز سے
کہلے اور سندی دل کو مرغوب
وہ گلشن کی خوبی وہ دنکا سمان
وہ دہانو نکی سبزی وہ سر سونکا
وہ آنکھوں کے ڈورے وہ لشہ کا ترنگ
ہر اک جانور کا درختوں پہ شور
کہیں دور سے کوشش پڑتی تہی آ
اچہلنا وہ دامن کا ٹھوکر کیساتہ
ارے جس جگہ سوا ٹہی رہ گئی
گلوں نے دے کان ادہر لگا
بنے مثل آئینہ دیوار و در

چمن جو اس گل کی دیکہی بہار
گئی جیسے بلبل کو گلشن کی چاہ
کہ اتنے میں کچھ جی میں جو آگیا
عجب وقت ہے اور عجب ہے سماں
کسی طرح سے دل تو لگتا نہیں
وہ آنے لگی کافراس آن سے
وہ خلقت کی گرمی وہ ڈومن بنا
وہ میں پوچھی ہونٹونکی مسی غضب
وہ پشواز گرہی وہ نرگس کے ہار
وہ شبنم کی انگیا بنی تنگ و چست
وہ مہدی کا عالم وہ نوڑی چہری
عجب ایک عالم تہا بے ساختہ
چلیں اک اغماض اور ناز سے
ہوا حکم گو بسے کا جو بر ملا
لگی گانے پٹا وہ اس آن سے
وہ تہی کنگری بالڑی نور کی
غرض کیا کہوں اسکا میں ماجرا
کہڑی چار دن باقی اسوقت تہا
لپٹے ہوئی پوستوں پر تمام
گلابی سا ہو جانا دیوار و در
وہ سرو سہی اور وہ آب روان
وہ رقص بتان اور وہ سنہری الاپ
ملا لینا ان ہی کا دل اسمیں مست
جو چپ چپ تہے آگے نہ وہ چل سکے
لگے جلنے او جد میں سب درخت
ہوئیں قمریاں شوق سے نعرہ زن

ہوا دیکہ اپنے گلوں کو فگار
ہوئی سرو کی شکل قمری کو آہ
ادا سے لگی کہنے وہ دلربا
کری دو گھڑی آکے مجرا یہاں
جلے ہے جگر دل سلگتا نہیں
کہ جانے لگا جی سامان سے
نشے میں سہو کا سا چہرہ بنا
کہ سنسنے پر تہی گویا قیامت کی شب
وہ کمخواب کی بند رومی درست
کنارونکا بینا بنت کا درست
وہ پانو نہیں سونکی دو دو کرے
کہ عالم تہا اک اپنے جہان ساختہ
کہڑی وان ہوئی ایک انداز سے
لیے ساز اپنے سبہو نے اٹہا
نکلنے لگی جان ہر تان سے
مسلسل تہی اک پہلجہڑی اور کی
عجب طبلے کی بند لگی تہی ہوا
سہانا ہر اک طرف سایہ ڈہلا
روپہلی سنہری وہ رفو صبح و شام
درختوں سے آنا شفق کا نظر
وہ مستی سے پانی کا بہنا وہاں
وہ گوریچی تانیں وہ طبلونکی تہاپ
ہوئے محو سنکر چرند اور پرند
جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پہر مل سکے
کہڑی رہ گئے حیرت سے کر کر حیت
بہر رنگ سے بلبلوں کے چمن

کبھی خون آنکھوں سے رو ڈالنا
کسی کو کبھی دیکھ کر ڈالنا
خواصوں کو بالا بتانا او سے
اکیلے درختوں میں جانا او سے
وہ لے اور درختوں میں جیسے وہ
سر شام چھپ چھپ کے کرنا نگاہ
سو یہ بھی پہر دن سے اوہاں مدام
اسی چھاؤں میں بیٹھ کرتی تھی شام
کیا اسطرح جب مہینا گذر
کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر
اور اسکا ادھر رنگ گھٹنے لگا
جنوں تخم وحشت کا بونے لگا
لگی رہنے جان تب بیتاب میں
لگا فرق آنے خور و خواب میں
محبت کا سودا سا ہونے لگا
جگر خون ہو مژگاں پہ ٹپکنے لگا
سرکنے لگا پاس ناموس و ننگ
لگی عقل اور عشق ہونے جنگ
خموشی او ٹہلنے لگی دل میں شور
جتانے لگی ناتوانی بھی زور
یہ احوال دیکھ اسکا دخت وزیر
لگی جل کے کہنے کہ بدر منیر
تو وہ ہے کہ جسکے تئیں دے وقوف
کہ پھر دل گیا تیرا اے بیوقوف
مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پیت
مثل ہے کہ جوگی ہوئے کسکے میت
ارے چار دن کے یہ ہیں آشنا
ملا دل کو آخر کریں ہیں جدا
کہ آسماں کہ زمیں کے ہیں یہ
جہاں بیٹھے جا بس وہیں کے ہیں
تو بھولی ہے کس بات پر اے بوا
خبر لے دوانی تجھے کیا ہوا
سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے
تو دل پہلے اپنا ہی صدقہ کرے
اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو
تو پھر چاہیے اوسکی پروا نہ ہو
وہ خوشی ہوگا اپنی پری کو لئے
عبث اسپہ بیٹھی ہو تم جی دئے
تمہاری اوسے اگر ہوتی چاہ
تو اب تک وہ ہمکو نہ آتا نظر
لگی کہنے تب اس کو بدر منیر
کہ سنتی ہو اے میری دخت وزیر
کسی کی بدی تو نکر عیب ہے
کہ اسکا خدا عالم الغیب ہے
وہ اپنے دلوں سے تو ہے نیک ذات
ہوئی اسپہ جانے کیا واردات
ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ
گئے اتنے دن اب تک آیا نہ وہ
مجھے رات دن اوسکا رہتا ہے ڈر
پری نے سنی ہووے اسکی خبر
نہ باندھا ہو اسکو کسی سید میں
کیا ہو نہ اسکے تئیں قید میں
پری نے کہیں طیش کھا لات میں
دیا ہو نہ پہینک اسکو کوہ قاف
پرستان سے بھی نکالا نہ ہو
کسی دیو کے منہ میں ڈالا نہ ہو
نہ ملنے کے دکھ اسکے سب میں
بہلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے
یہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی
پھر آنسوؤں سے پرونے لگی
کئی منزلیں مار آخر کو لیٹ
چھپر کھٹ کے کونے میں منہ لپیٹ

خواب میں دیکھنا بدر منیر کا بے نظیر کو کنوئیں میں اور جوگن بن کر نکلنا نجم النسا کا اس کی تلاش میں

پلا ساقیا جام جم سے وہ مل
کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل
کسی سے تو آ کام فرخندہ حال
کہ آخر یہ دنیا ہے خواب و خیال
ذرا آنکھ لگ گئی جو اس حال میں
تو دیکھا پھنسا اسکو جنجال میں
قضا نے دکھایا عجب اسکو خواب
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب
جو دیکھا تو صحرا ہے اک لق و دق
کہ جسے دیکھ ہو جائے فق
نہ انسان ہے وہاں نہ حیوان ہے
فقط ایک کف دست میدان ہے
مگر بیچ میں اسکے ہے اک کنواں
کہ اوٹھتا ہے دیکھو وہاں سے دھواں
کنواں کا ہے منہ بند او سا دہری
کئی لاکھ من کی ہے اک سل دھری
صدا وہاں سے ہے کہ بدر منیر
تری چاہ غم میں ہوا ہوں اسیر
میں ہوں لا نہیں نکلوائی مہرباں
کہ دن کیا کہ ہے محبت قید گراں
پر اس قید میں بھی ترا دھیان ہے
فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے
تو اپنی جو صورت دکھا دے مجھے
تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے
نہیں مجکو مرنے کا کچھ اپنے ڈر
یہ غم ہے کہ تجکو نہووے خبر
تجھے کاش اس وقت میں دیکھ
جیوں میں اگر نہیں سے آگے مروں
ولیکن یہ ہے خام میرا خیال
نہیں وصل ممکن بغیر از وصال
کوئی دم کا مہماں ہوں آج کل
اسی چاہ میں جائیگا دم نکل
یہ سن واردات سنہ بے نظیر
جو چاہے کرے بات بدر منیر
یہ پھر گنہ میسر نہ آئی اسے
قضا نے نہ اسکی سنائی اسے

یکایک گئی آنکھ اتنے مین کھل
صدا اپنے یوسف کی سُن خواب سے
ڈھلے منہ پے آنسو ہوا اسکہ رنج
زبس آ وہ نہان سے گھٹنے لگی
بجھنا سا قد تھا جو رشک انار
چھپایا بہت اسنے پر ہمنشین
خواصین کئی وہ جو ہمراز تھین
سنا جبکہ نجم النسا نے یہ حال
لب اب سر بصحرا نکلتی ہو نہین
وگر مر گئی تو بلا سے موئی
بھلی جیتی نہ کھو جان تو
مین جیتی ہون اسی آسری پر
کہا اسنے کیا کیجے پھر بھلا
تجھے دیکھنا یون گوارا نہین
گریبان کو مثل گل چاک کر
پہن سیلی اور گیروا اوڑھ بھیس
پہن ایک لہنگا زری بافت کا
زمرد کے مندرے لگا کان مین
زری بنا حلقہ سر پر رکھا
سے غم سے آنکھونکو کر لال
جو صدقے تھے منکے اونہین کر درست
نقت زمزمون کا عیان سر سے
کرے حسن کو کس طرح کوئی ماند
وہ موتی کی سیلی وہ تن کی دمک
زمانے کو بھائی جو اس کی ادا
یہ برق اور ابر سیاہ [illegible] اگر

بہے اشک رخسار پر آ کے ڈھل
اٹھی باؤلی جان بیتاب سے
چھٹے چاندنی مین ستارونکی گنج
تو منہ پر ہوائی سی اور نے لگی
نکلنے لگے اس سے شعلے ہزار
چھپای سے آتش چھپی ہی کہین
بڑی خدمتون مین سرافراز تھین
ہوئی بیقراری تب اُس کو کمال
اسے ڈھونڈھ لانیکو چلتی ہو نہین
تو یون جانیو مجھ پہ صدقے ہوئی
کہ وہ ہے پری اور انسان تو
کہ ہونا ہے تجھ سے مرا غم غلط
پڑی اتنوا اپنے ہی سر پر بلا
اس اندوہ کا مجکو چارہ نہین
دیا خاک پر پھینک ادھر ادھر
چلی کرکے صحرا کو جنگل کا بھیس
وہ پردہ ساکر اس تن صاف کا
کہ جون سبزہ گل ہو گلستان مین
کیا سنبلستان کو جگمگا
رکھا چشم مین خون دل کو نکال
پہن اپنی موقع سے چالاک
اڑاتی چلی اپنی آہون سے رال
چھپے ہر کہین خاک ڈالے سے
شب تیرہ مین کہکشان فلک
تو اس رات پر دن کو دیتے تھے
تو داماں مشتاق ہو دیکھے [illegible]

نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمراز دہ
کہا گو کسی سے نہ اسنے بھید
وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد
مژہ وہ نکیلی جو تھی تیر سی
جلین اسکی آنکھو لپنے کل
کسی کو کسی سے جو ہوتی ہے
کہا اُن سے رو رو کے احوال
لگی کہنے وہ یون نہ آنسو بہا
جو باقی رہا کچھ مرے دم مین دم
کہا شاہزادی نے سُن اے
رسائی تری کیونکہ ہو گی دلکو
وگرنہ ہین رگ رگ مرون گی
مین اس عشق کا یہ ڈول
یہ کہہ اسنے رو رو اتارا
پھر اسے جو کچھ اسکو ہوش و
گئی سیر موتی چلا خاک کر
زری دوپٹے سے جبانی کو
گلے بیچ ڈال اپنی بالون کے
لٹین ڈال دوش پر دین
زمرد کی سمرن کو ن مین ڈال
چلی بنکے جوگن وہ باہر کے
اس آئینہ رو کا کرون کیا بیان
چھپا اپنیکو سانگ اسنے جو جوگی
زرتی کا وہ حلقہ سر اوپر دہر
کرے جو کہ تقدیم دل سی حساب
زمرد کے [illegible]

پڑی گوش مین پھر نہ آواز دہ
وے جون منہ صبح چہرہ سفید
سراپا ہوا مشکل اندوہ درد
ہوئی خشک خوبی کی وہ گلاب
ہوئی سب وہ مٹی کی جون
بغیر از کمی اور لگتی ہے آگ
رلایا نہین پڑھ کے غم کی کتاب
تری واسطے بینے اب کہ سہا
تو پھر آگے یہ دیکھتی ہون قدم
ہوئی مین تو اس چاہ غم مین
مجھے بھی ندری یا تنہ سے مرجان
اسی طرح جی سے گذر جاؤنگی
تری غم سے آنے لگا ہول
کیا اپنی پشواز کو تار تار
سجا تن پہ جوگن کا اسنے لباس
بھبوت اپنے تن پر ملا سر بسر
بدن کو چھپایا اور گاتی کو باندھ
پریشان کر اپنے بالونکے تئین
وہ بالین شب دیز کی موڑ دین
اور کاندھے پہ اپنی سنبھال
دکھاتی ہوئی چال ہر کے
صفا [illegible] اور جھمکی دہان
غرض حسن ہے اور جلوہ کرے
کہ جون سب مین کوئی بیٹھی کر
کہے سنبلہ مین گیا آفتاب
کہین [illegible] کان

وہ مندرے وہ تن اسکا استری
ہوی حسن کی اور کھیتی ہری
نظر کر صفائی کو اس گوش کی
زمرد کو اس گوش کی کو لگی
وہ موتی کے مالے وہ نگہکے ہار
گل و نسترن کی چمن میں بہار
وہ قشقہ کھنچا سرخ ماتھے پہ یون
پڑے نور پر لعل کا عکس جون
یہ ہین اوس کے کاندہے پہ اور
چلے جون کوی مست شیشہ اور
نہ تہی ہین تہی قمقمے رنگ کے
ویا نغمے ساز بحر آہنگ سے
ہر اک تار تہا ہین کا رود نیل
وہ تہی ہند کے راگ کی سلسبیل
بنی جبکہ جوگن وہ اس رنگ سے
لگے پہوڑنے دوست سر سنگ سے
وہ رو رو کے دو ابر غم اون ملے
کہ جس طرح ساون سے بہادون
کہڑے تہے وہ جوگن کے جو گرد
وہ رو رو ہوے شبنم آلودہ
چلی جسطرح بیٹہا اپنی دیکہا
اسی طرح دکہلا ہمین منہ پہرا
کہا اسنے خیر اب تو جاتی ہو نہین
جو ماننا ہو تو اسکو لاتی ہو نہین
جدا ہو کے القصہ ماں باپ کو چہوڑ
چلی اپنی گہر بار سے منہ کو موڑ
لئے بین پہرتی تہی صحرا نورد
تن چاک چاک اور رخ گرد گرد
جہان بیٹہ کر وہ بجاتی تہی بین
تو سننے کو آتے تہے آہوے چین
اسے سنکے آتا تہا صحرا کو جوش
صدا سے درختون کو آتا جوش
کہین دلدلہ کہین رخصت رخت
کہڑے ہوکے گرد اسکے سنتے درخت
نظر جو کہ پڑتی تہی بولتی جبڑی
ہر اک عالم شوق مین تہی کہڑی
یہانتک کہ رہ مین جو تہے نقش پا
وہ بیٹہے تہے کان اپنا ادہر لگا
سن آواز کی اسکے شان و شکوہ
نکلنے لگی دب کے آواز کو
نہ چشمہ ہی کچہ آب دیدہ رہے
گریبان کر چاک دریا بہے
تحیر کو تہا وہان ہر ایک کو مقام
زبان کا نکلتا نہا تہا تہون سے
یہ ہر جا پہ تہا اس کے دم سے
بند ہا تہا اسیدم قدم سے طلسم

اور مٹی سبزہ و گل کے دیکہ اس کو
وہ دونون ہوی ایسکے حلقہ بگوش
بڑہی کیون نہ ہر دم زمرد کی شان
جب ایسے کسی کے لگے جان سے
گلابی سی وہ نرگس شوخ رنگ
ادہر سے جبین لالہ کر لالے کے رنگ
ادا اوس کی دیکہے جو عاشق کبہو
تو رو دیا کرے چشم سے وہ لہو
دیار محبت مین جہنگی تہی وہ
نہ تہی ہین عشرت کی بہنگی تہی وہ
سبو وہ بین کا ندہے پہ رکہہ لین چلی
کرلا وسے کوسی جیسے گنگا چلی
نہ عاشق ہوے اسکے عالم پہ لوگ
دوانہ ہوا جوگ دیکہہ اسکا جوگ
وہ رخصت جو اس طرح ہونے لگی
تو وہ صاحب خانہ رونے لگی
یہانتک بند پا اونکے رونیکا تار
ہلے پہوٹ دیوار و در ایک بار
نہ دیکہا کسی نے جو کچہ اختیار
کہا حق کو سونپا تجہے لے سدہار
کسی نے کہا ہو لیو مت مجہے
خدا کے تئین ہمنے سونپا تجہے
تمہین بہی خدا کو ہین سونپا سنا
مرا بخشیو تم کہا اور سنا
نہ سدہ بدہ لی اور نہ سنگی کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی
کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے
کہ جس سے وہ شیدا ملے
بجاتی وہ جوگن جہان جوگیا
تو وہان بیٹہتی خلق دہول لگا
گل نغمہ جو اس سے کرتے ہزار
تو لیتا انہین وحشت دامن پسار
بجاتی تہی جون جون وہ بن بنکے بین
خس و خار سنتے تہے بن بن کے بین
تماشا نہ دیکہا تہا جو یہ کبہی
دو روشب غش ہو پڑی تہی تہی
گل نغمہ تر کی تہی یہ بہار
کہ صحرا کے گل اسکے آگے تہے خار
نہ پائی ہی حسن شہور اسکا چلے
کنوئین کے بہی دل ہین اوٹہے
فقط بلبل و گل کا یہانتک ہجوم
کہ گرتی تہین وہان ڈالیان جہوم
چمن کرتی پہرتی تہی جنگل کے تئین
لباتی تہی جنگل ہین جنگل کے تئین
شب و روز سرگشتہ مثل صبا
اسی طرح پہرتی تہی وہ جابجا

فیروز شاہ جنون کے بادشاہ کے عاشق ہونا جوگن پر

کہ سہرہے تو اب ساقی گلعذار
کہ صحرا سے اب دل ہوا خارزار
وہ دارو جو پیا دل کو دیوے اس جو
کہ جینے کی جاے کو آس ہو
کوئی پہول سے دی شتابی شراب
کہ شہر مطالب کو پہنچون شتاب
سبب ہے کے اسباب دیکہو ذرا
کہ قدرت میں ہے اسکے کیا کیا بلا

سفید و سیاہ اسکے ہے اختیار
دو رنگی زمانہ کی مشہور ہے
وہ تہی اتفاقاً شب چاردہ
بچہا مرگ چہالے کو اوڑہ لیکے مین
گذارا یہ بجنے لگا اس کے ہاتہ
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر
درختونکے پتے چمکتے ہوئے
دوبایہ کہ جوگن کا منہ دیکہہ کر
وہ صورت خوش آئی جو اس نور کو
درختون سے لگ لگ کے بادصبا
یہان تو یہ عالم تہا اور طور یہ
نہایت طرحدار صاحب جمال
وہ جاتا تہا کرتا ہوا سیر ماہ
جو دیکہا تو جوگن ہے اک رشک ماہ
یہ سمجہا بناوٹ کا کچہ بہیس ہے

بنایا ہے اسنے یہ لیل و نہار
کہین سایہ ہے اور کہین نور ہے
ادا سے وہ بیٹہی وہان رشک
دو زانو سنبہلکر وہ زہرہ جبین
کہ منہ نے کیا دائرہ لیکے ساتہ
وہ براق سا ہر طرف دشت و
خس و خار سارے جہکتے ہوئے
ہوا نور سایہ کا ٹکڑے جگر
دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی
لگے وجد مین بولنے واہ واہ
تن اوپر مزا تم سن لو اور یہ
برس بیس اکیس کا سن وصال
اسے خلق کہتی تہی فیروز شاہ
کہ چشم فلک نے یہ دیکہا نہ نور
لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

جہان مین ہے اندوہ و سہم
قضارا سہانا سا اک دشت
بچہی ہر طرف چادر نور تہی
گذارا بجا لگی شوق مین
بندہا اس جگہ اس طرح کا سمان
وہ اجلا سا میدان چمکتی ریت
درختون کے سایہ سے مکا ٹہہو
گیا ہاتہ سے بس حسن کر جو دل
ہوا بندہ گئی اسکہڑی اسراجہد
گذارہی کا عالم یہ تہا اس گہڑی
کہ تہا اک پریزاد فرخ سیر
ہوا پر اوڑتا ہے ہوئے اپنا تخت
یکایک سنی بین کی جو صدا
نظر کرکے حسن اسکا غش کر گیا
پڑا تم پہ ایسا کہو کہ کیا بچوگ

کہین ہیچ حبش و کہین شام غم
کہ ایک شب ہوا اسکا دل بسترا
یہی چاندنی اسکو منظور تہی
لگی دست و پا مارنے دوق مین
صبا بہی لگی رقص کرنے وہان
اگا نور سے چاندتارون کا
گرے جیسے جلنی سی چہن چہن کے
گئے سایہ و نور آپس مین مل
سبہرا گئے جانور اپنا سہول
کہ تہی چاندنی ہر طرف فرش
جنون کے تہا وہ بادشاہ کا لپہ
کسی طرف جاتا تہا فیروز بخت
وہان تخت لااُسنے اپنا رکہا
نعش کے عالم مین بس مر گیا
لیا واسطے کیکے تمنے یہ جوگ

کدھر سے تم آئین کدھر جاؤ گی
دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گی

وہ سمجھی کہ دل اسکا آیا ادھر
کہ دل بھی تو رکہتا ہی دل کی خبر

خس و فا بیچ حسن و عشق آگ سے
سدا حسن اور عشق مین لاگ ہے

وسے راگ سے اودا نمین ہوا
کہ دونون طرف آگ دی ہی لگا

کہا جسکے جوگن نے پھر بول ہر
جہان سے تو آیا چلا جا ادھر

کہا تب پریزاد نے واہ جی
بہت گرم ہین آپ اللہ جی

نہ رو کہی ہو اتنا بہلاتا ؤن گا
ذرا مین سن کر چلا جاؤن گا

کہا ہوتے سوتون سے اپنے کہو
فقیرون کو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

یہ دو بیٹھے ہو یا ہم ہو سے
اسی لطف مین یہ تو بیدم ہوی

گیا بیٹھ آ سامنے ریت مین
رہا کھیت یہ تو اسی کھیت مین

نظر حسن پہ گاہ گہہ مین پر
سراپا دل اس لعبت چین پر

رہا تن بدن کا نہ کچھ اسکو ہوش
بنا کل وہ جون نقش وپا چشم

وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر
ہوا غم مین جوگن کے یہ بھی فقیر

نہ سدھ گھر کی لی اور نہ راہ کی
جب آئی ذرا سدھ تو پھر آہ کی

بجاتی رہی وہ مین صبح تک
پہ ردیا کیا سامنے سے دھڑک

ادھر تان پہ مین کی تہی بہار
بندھا تہا ادہر اوسکے رونیکا

دھری اپنی کاندھے پہ جب اٹھے
اٹھی لیکے انگڑائی زہرہ جبین

پریزاد نے تب پکڑ اسکا ہاتھ
شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ

زمین سے اٹھا آسمان کی زمین
وہ کتنا کہا کہ نہین رہے نہین

نہ مانا اور اوسنے اوڑایا اسے
پرستان مین لا بٹھایا اوسے

یہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے لے
کہا عرض کہتا ہون مین آپ سے

یہ جوگی جو ہے ایک صاحب کمال
ذرا مین سنلے اور اس کے خیال

بہت آپسے اٹھا ہین گے حظ
بہت مین سن اسکی پائین گے

کہا اس نے بابا بہت خوب ہے
ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہے

کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر
کرو روشن اپنے قدم سے یہ

کیلے تخت بیٹھے کے اور باپ کے
سرون پر تمہارے قدم آپ کے

بہت اس کی تعظیم و تکریم کی
جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی و جوگن بلانے مین

پلا مجکو ساقی محبت کا جام
کہ مہمانیون مین ہوا دن تمام

یہ جوگن جو بیٹھی برہ گن ہوئی
کہ اتنے مین رات آئی جوگن ہوئی

بھبوت اپنے منہ پر شتابی سے
رکھا اندھی کو مہ کی شب آئی نکل

دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے
اڑاتی ہوئی بال کو نور سے

ستارہ ونگی مالا گلے بیچ ڈال
وہ پہونچی پرستان مین حال حال

ہوئی شب جو بزم انجم فروز
چھپا پارسا سے اسکے پردے

ملک نے پرستان مین مجلس بنا
بلایا اسے جسکی تہی یہ ثنا

پریزاد ساری ہوئی جمع وان
کہ دیکھین تو جوگن آئی ہوئی

وہ جوگن جو سچ مچ تہی زہرہ
سو مجلس مین آئی لئی اپنی بین

بہت منتون سے بلایا اسے
بڑی عذرون سے بٹھایا اوسے

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گا لیجئے
سنا بین کا ہم کو دکھلا دیجئے

کہا کچھ بجانا نہین اپنا کام
ہر اک طرح لینا ہمین ہر کا نام

ہے ہزار عذر مانیشون سے فقیر
ولے کیا کرین اب ہوئی ہین اسیر

کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہے
کرم آپکا ہم پہ دن رات ہے

جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دین
نہین جسمین راضی ہو تم سو کرین

کہا اس طرح سے جو فرماؤ گے
تو ہان بندگی ہی مین کچھ پاؤ گے

یہ کہ او سنے اوس بین کاندھے پہ دھر
یہانتک بجائی کہ دیوار و در

کھڑی رہ گئے ہوش کھوئے ہوئے
نظر جو پڑی وان سو رودی ہوئے

گیا اہل مجلس کا دل جو پگھل
تو جون شمع اشک آئی سب نکل

ہوئی مین پہ انگلیان یون جو وان
کہ ہاتہون سے اسکے ہوا ال روان

روان روان کر دیا جان کو
رلایا پھر اک جن و انسان کو

ہوا حال پر اسکا یہ کچھ تباہ
وہ عاشق جو تھا اسپہ فیروز شاہ

کبھی سامنے آکے کرتا نظر
کبھی دیکھتا چھپکے ادھر ادھر

ستون کی کبھی اوٹ مین ہو گئے
کھڑا دیکھتا اس کو رو رو کے وہ

کبھی ادہر اودہر سے پھر کے آ
نظر اوس کی جب آن پڑتی ادہر
نگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا
یہی پہلی صحبت وان ایسی ہین
اسی طرح ہر شب کرم کیجیے
یہ گہر بار ہے آپکا ہی تمام
کہا اوسنے مطلب نہین کچھ یہان
یہ کہہ وہان سے اٹھی وہ جوگن ادہر
کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہے جی
غرض اسطرح اوسکا معمول تھا
بجا ہین سب کو رجھاتی وہ
نہ دنیا کی اُس کو نہ دین کی خبر
بہانے سے ہر کام کے روز و شب
وہ جوگن بہی سو سو طرح کر ادا
کبھی خوش کیا اور کیا گہ دودا ہر
کبھی نیکہی نظرون سے گھایل
کبھی ہنس کے دیکھا ذرا خوش کیا
اٹھو نہین کبھی دل کو لٹکا دیا
بچارا پریزاد وہ سادہ دل
نہ منہ پر وہ عالم رہا نہ وہ نور
یہ دی پردہ دل سے جی نے صدا
سنبھلنا ہے اب بہی تو ظالم
یہ سن جی کا پیغام مجبور ہو
غرض ایک دن بات یہ ٹہانکر
اکیلی اسے دیکھ ہو بیقرار
کہ یہ آج کیا یہ خلاف قیاس

چھپے اسکے کہڑکی کی لیتی بلا
تو یہ اور کی طرف کرتے نظر
تو کہا رشک کہا کر پھر تمکو کیا
کہ عش کر گئے وہی جو تھے نکتہ چین
مری بزم رشک ارم کیجیے
ہوئی آج سے ہم تمہاری غلام
تمہارا مبارک رہے گہر تمہین
دیا تھا جہان اُسنے رہنے کو گہر
نہ گہبراو اپنے دل مین کبہی
کہ اس شاہ پریون کی خدمت
پہر کے بچے گہر مین آتی تہی وہ
اُسی کے تصور مین شام و سحر
وہین کاٹتی آکے اوقات سب
ہر اک آن مین اسکو لیتی لبہا
کبہی دور بیٹھی اسکے پاس
کبہی میٹھی باتون سے مایل کیا
کبہی ہو کے غمگین ناخوش کیا
کبہی سامنے بالون کے جھٹکا دیا
ادائین یہ انسان کے متصل
کبہی دمین دل ہو گیا چور چور
کہ ہے صبر کی اتنی بس انتہا
نہین کوئی دم مین چلا مین نکل
کہا اپنے نزدیک کو دور ہو
لگا گہات پھر اپنی وہ آن کر
گرا پانون پر اُسکے بے اختیار
گرا اُٹھا تو ہو کے کیون بیحواس

وہ گو کچھ نہ سنتی نہ کہتی اُسے
اس آن و ادا پر وہ فیروز شاہ
غرض تہی یہ صحبت کہ ہین
سراپا پریزاد کے پاس نے
مقدم ہمارا رجہانا کرو
تکلف کو موقوف کر دیجیے
کہان ہم کہان تم ہو یہ جو سانہ
لگی رہنے اس مین شب و روز
یہ بیٹہم کہ تاکر دکا رجہان
پہر رات تک ہنستی اور بولتی
ولے کیا کرون حال فیروز شاہ
اُسی شمع کے گرد پہرنا اُسے
اسی طرح اوقات کہونا اُسے
ولے کچھ بہی پاتی جو حسن طلب
کیا اُسنے پردے مین جو کچھ
کبہی ٹیڑہی باتون سے مارا اُسے
کبہی منہ دکہایا چھپایا کبہی
وہ ہر چند آنکہین دکہاتی
اسی طرح مدت گئی جب اُسے
جگر خون ہو آنکہون سے آیا اُبل
جو یکتا ہے اس سے تو کہہ حال دل
ملا کر تو اب دست افسوس کو
بلا سے اگر آن رہتی نہین
نہ تہا اس گہڑی کوئی ادہر
گرا اس طرح سے قدم پر چہوڑ
کسی نے نہ تڑا دل ستایا نہین

کن انکہیون سے پر دیکہہ رہتی
دل و جان سے کرتا تہا ہر لحظہ آہ
یہی دل تہا اسکا کہ دیکہا کرون
کہا کی دیا جوگی جی آپ نے
تمہین اپنا مشتاق جانا کرو
جو کچھ تمکو درکار ہے لیجیے
یہ تہی بات سب ابتدا و سانہ
سمجھتی ہین کچھ کچھ دل افروز
دو رہین آشکارا کہ دار دنہان
ہر اک بات مین قدر تہی گہولتی
کہ تہی دن بدن اسکی حالت
پتنگے کی مانند گرنا اُسے
صدا مین سن کے رونا اوسے
تو عاشق یہ غصہ وہ کرتی غضب
دوانہ کیا اس کو باتون مین ڈال
کبہی سیدہے دل سے پکارا اوسے
کبہی مار ڈالا جلایا کبہی
یہ نظرون مین دل کو لبہاتی
چڑہی ہے گرمی عشق کی تب اُسے
کہا دل سب اندر ہی اندر پگہل
کہ اب تنگ ہے اپنا احوال دل
پڑا رہ لیے تنگ سا وہ ناموس کو
کہ اب مین کبہی جان رہتی نہین
اکیلی پڑی ہی جوگن اس کو نظر
تو کہنے لگی مسکرا کر اسکو وہ
دیا جی کو تیر سے لبہایا نہین

مرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی
کہ مہمانیوں کی مصیبت ہوئی

اذیت اگر ہمسے پاتا ہے تو
کہ اب پانو پھیلا اوٹھاتا ہے تو

تمہاری سمجھ نے تو مارا ہمین
یہ باتین نہین اب گوارا ہمین

ہوی واقف نہ تم مرے حال سے
فدا مین رہا جان اور مال سے

تم ایسے بے رحم و بے درد ہو
غرض اپنے عالم مین تم فرد ہو

کہا تب پریزاد نے مری جان
کہان تک کرون راز دل کو نہان

لگی ہنسکے کہنے کہ اک طور سے
جو میری کہانی سنو غور سے

کہا اسنے پھر جلد فرمائیے
جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے

ملک اک وہانکا ہے مسعود شاہ
کہ بیٹی ہے اک اسکی مانند ماہ

بنایا ہے اسنے الگ اک باغ
کہ فردوس کا وہ چشم و چراغ

مین نجم النسا اسکی دخت
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مشیر

خوشی سے سرو کار غم سے فراغ
برنگ چمن رہتی تھی باغ باغ

ہوئی ایک عجب واردات
کہ ایک شخص وارد ہوا اک رات

گیا اسپہ اوس شاہزادہ کا دل
گئے ایک سحر وہ آپہین مل

کہین وہانکے آنے کی سنکر خبر
خدا جانے پہنچا ہے کدہر

سو مین کھوج مین اسکے جوگن
یہانتک تو پہنچی بروگن ہوئی

تو شاید مدد سے تمہاری ملی
تو پھر آرزو بھی ہماری ملے

کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا
انگوٹھا دکھایا کہ اترا سنجا

یہ سن قوم نے اپنی اسنے بلا
تقید سے سب کو سنا کر کہا

جو تم سے لاوے گا اسکی خبر
جواہر کے دونگا اسکے لگا پر

ہوا اک کا ناگہان وان گذر
جہان قید مین تھا وہ خستہ جگر

کہا کچھ تو ملتا ہے یہان سراغ
کہ آتی ہے بوئے گلزار داغ

کہا ماہرخ کا ہے قیدی یہان
کنوئین مین تڑپتا ہے اک نوجوان

گیا جاکے فیروز شہ کو سلام
سن آیا جو کچھ کہ تھا ادر تمام

یہ معمول تھا وہانکے انعام کا
بھیجا پھر اس ماہ رخ کو پیام

فقیرون اتنا نہو تو خفا
چلے ہم بھلا جاتا ہو بھلا

لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ
کہ بس بس یہی تو کہی گی نہ واہ

ستائی ہوئی کو ستاتے ہو کیا
جلے دل کو ناحق جلاتے ہو کیا

تم اپنا سا مجکو سمجھتی رہو
بھلا تمکو اب یہان کوئی کیا کہے

کہا اسنے لے کہہ شتاب اپنا حال
کہ تو کیون گرا سر کو پاؤن پہ ٹال

بھلا ہجر مین کب تک ہون ملول
غلامی مین اپنی مجھے کر قبول

مطالب اگر میرے بر لائے تو
تو شاید مراد اپنی بھی پائے تو

کہا اسنے یہ ہی مری داستان
کہ شہر سراندیپ ہے اک مکان

جہانمین ہے بدر منیر اسکا نام
مین رہتی تھی خدمتمین اسکی مدام

جدا باپ سے تھی اسیجا مقیم
سدا سیر کرتی تھی بیخوف و بیم

جدا ایکدم اس سے ہوتی تھی
سلائے بغیر اسکے سوتی نہ تھی

کسی طرح کا غم نہ تھا دھیان مین
ترقی خوشی کے دھیان مین

کہانتک کہوں اوسکا قصہ ہے دراز
نہ تھا آدمی نور کا تھا ظہور

ولے عاشق اسپر کوئی تھی پری
محبت مین تھی اسکے وہ سہری

دیا قید مین اس کو ڈالا کہین
کہ مدت سے اسکی خبر کچھ نہین

پریزاد آپہین تم ایک ہو
اگر تم ذرا کھوج اسکا کرو

دل آیا ہو جی کو آرام ہو
تمہارا بھی اس کام مین کام ہو

کہا پھر بھی کچھ نہین ہے یہین
لگی ہنسکے کہنے نہین ہی نہین

کہ جاؤ تو ڈھونڈو ہو کر سنگی
کہ ہے اک پرستان مین قید آدمی

یہ سن اپنے سردار کا وہ کلام
تجسس مین پھرنے لگے صبح و شام

وہ رونا تھا جو نالہ و آہ سے
تو پوچھ اُس کو آئی صدا چاہ سے

وہ جوگی کے جو دیو تھے جابجا
لگا پوچھنے کسکی ہے یہ صدا

وہ تحقیق کر آ ادرسے وہانکا یہ
اٹھا شہر کو اپنے دیو سفیہ

کہا میرا سجرا ہے اب لائیے
جو دیتے کہا ہے سو دلوائیے

جواہر کے اسکا درستہ پر لگا
کہ کیون تابیت آمرتی ہے ارام

داستان پیغام بھیجنے مین فیروز شاہ کی ماہ رخ کو

بنی آدم تو چوری سے لا ۔ بٹھاتی ہے گھر میں تعشق جتا
ترے باپ کو گر کہوں تیرا حال ۔ تو پھر حال تیرا ہو کیا اے چھنال
عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو ۔ ابھی سے کہو پہو کون پرستان کو
ہزار ننگ غیرت سے اٹھتا نہیں ۔ تجھے کیا پڑا د جڑتا نہیں
ہمارا گئی سہہ دل خوف و خطر ۔ لگی رکھنے انسان پر تو نظر
بہلا چاہتی ہے تو اوسکو نکال ۔ کنوئیں میں جو تو نے رکھا ہے ڈال
اور اوس کی قسم کھا کہ پھر گر کہیں ۔ لیا نام تو اسکا تو پھر تو نہیں
گیا ماہ رخ کو یہ فرمان جب ۔ ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی ۔ کہو اسکو لیجائے یہاں سے کوئی
اگر اب میں لاؤں اسکی کبھی ۔ تو پھر پوچھ لیجو جیسے تم تبھی
پر اتنا یہ احسان مجھ پر کرو ۔ کہ اسکا پرستان میں چرچا نہو
مرے باپ کو یہ نہو وے خبر ۔ کہ پھر میں نہ ادھر کی رہوں نہ ادھر
یہ سنکر جواب اسکا فیروز شاہ ۔ چلا اپنے گھر سے جہاں تھا وہ چاہ
سر چاہ پر جب وہ پہونچا شفیق ۔ کہا انکو تھے وہ جو اسکے رفیق
کہ یہ سنگ اکھڑے یہاں سے ہلے ۔ کسیطرح چھاتی سے پتھر ٹلے
وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ سیاہ ۔ دیا پھینک وہاں سے اوسے مثل کاہ
وہ بادل سا سرکا جو اوس چاہ سے ۔ تو اک نور چمکا شب ماہ سے
اندھیرے میں اس چاہ کے نکاتن ۔ نظر یوں پڑا جیسے کالے کا من
وہ من ڈالے ہیں پڑا تھا جو ولن ۔ کہا اس پری زاد نے سب کو یاں
نکلوا اسے تم اسی شہر ۔ کہ لیتے ہیں ہم پوشاک سے جس تھا
نہیں احتیاط اسکی اب ہے ضرور ۔ سو لالہ کنوئیں سے دکھلا لا زار

داستان کنوئیں سے نکلنے میں بے نظیر کے

قدح بھر کے لا ساقی با تمیز ۔ کنوئیں سے نکلنا ہے یوسف عزیز
کہ گئے دن خزاں کے اور آئی بہار ۔ سمجھ اپنے اپنی تپلی کا نور
گلابی جھلکتی پلا دے مجھے ۔ سنا کوئی سا ایسا کہاوت مجھے
کہ وہ ماہ نخشب کنوئیں نکل ۔ سنا زلف کو اپنے پھر سے بدل
کوئی دیو تھا وہاں سکندر نژاد ۔ کنوئیں میں اتر کر بصد مراد
الگ یوں لے آیا کنوئیں سے نکال ۔ کہ فیروزہ ... چھال
لے آیا وہ جوں خضر سو گھات سے ۔ نکال آب حیوان کو ظلمات سے
ہوئی مست اس ناز و بو سے وہ گل ۔ کہ نکلا وہ سنبل سے مانند گل

تصویر کنوئیں سے نکلوانا بینظیر کا بحکم شاہزادہ اجنہ یعنی وزیر زادی کے باپ انسان کے

اندھیری سے نکلا وہ روشن بیان / کہ حرفوں سے جوں ہووے عیان
زمیں اوپر آ تنکا تھا اسکو غم / کہے تو کہ بھرتا تھا اوپر کا دم
نہ آنکھوں میں طاقت نہ تنمیں توان / کہ جوں خشک ہو نرگس بوستان
وہ سر میں جو تھے سنبل سے بال / ہوئے لاغری سے بدن کے وبال
بدن سے رگوں تھی اسکے سب نمود / کہ ہو الجھی جو ریسمان میں کبود
وہ ناخن جو تھے اسکے شکل ہلال / سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال
بٹھا تخت پر اسکو اپنے وہان / لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہان
چل اٹھو کہ میں اس کو لایا یہان / یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہان
کہا چل کہاں ہے بتا تو مجھے / ذرا اوسکی صورت دکھا تو مجھے
جسے ڈھونڈھتی تھی سو یہ ہے وہی / کہا ہاں ری ہاں وہی ہے یہی
کہا آپ اس تخت پر بیٹھ اور / دکھایا اوسے اور کہا کر تو غور
کہا اس تخت کے گرد اس پھیرون / بلائیں میں دل کھول کر اسکی لون
کہا سنتے تب اپنی جوتی دکھا / ارے دیو تو کیوں دیوانہ ہوا
یہ اس تخت کے گرد پھرنے لگی / بلا اسکی لے لے کے کرنے لگی
وہ دیکھے جو ٹک آنکھ اٹھا بے نظیر / تو نجم النسا ہے بہ دخت وزیر
کہا تیرے غم نے دوانہ کیا / کہ عالم سے اپنا بیگانہ کیا
بیان دونوں اپنا جو کرنے لگے / در اشکاں سے چشم بھرنے لگے
یہ سن بے نظیر اپنے دل سوز سے / لگا شاد ہونے اسی روز سے
اسی تخت پر بیٹھ کر وہ اودھر / کہ تھا نقش مطلوب انکا بدھر
پر بیٹھے حرف مطلب پہ سو بگھر / تو بے کسر بیٹھے مثلث کے گھر
اوتارا وہاں لا درختوں کے / دوبارا کھلے ان درختوں کے
یکایک جو آ وہ قدم پر گری / تو جھجکی وہ شہزادی اور چھٹ پڑی
کہا میری نجم النسا تو ہو جان / اری تیرے صدقے مری مہربان
بہت اسنے چاہا کہ ہووے کھڑی / کھڑی ہوتے ہوتے زمین
بلائیں لگی لینے نجم النسا / لگی گرد پھرنے بہ رنگ صبا
بلکھر کی وہ رونق نہ وہ حال / گلو سے لگا دل فلک پائمال

وہ جیتا تو نکلا وے اس طرح / کہ بیمار ہو نزع میں جس طرح
جمی خاک تن تن پہ رنگ زمین / گرا جیسے نکلے ہے پتلا کہیں
وہ تن سرخ جو تھا پیلا ہوا / وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا
فقط پوست باقی تھا یا استخوان / نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیان
بدن خشک زرد اس طرح تھا وہ / خزان دیدہ ہوتی ہے جس طرح برگ گل
رکھا تخت اکھا پہ اسکا تباہ / لو اڑتا ہوا جلد فیروز شاہ
رکھا تخت اکھا پہ اسکا چھپا / پھر کہا جا کے کہ نجم النسا
دوانی تھی ازبس وہ اس لڑکی / نہ سر کی رہی سدھ نہ کچھ پاؤں کی
کہا رہ کے چپ ہو ذرا تھم رہو / کہ شادی بڑی ہے کہیں غم نہ ہو
یہ کہہ اور لے ہاتھ میں اوسکا ہاتھ / لے آیا پریزاد اوٹھ تو ذرا
یہ کہہ اور اس کے پاس آ / کہا اسے بات پر میری صدقے نہ ہو
کہا اوسنے سنکر بھلا دیکھو تو / کہ اس بات پر میرے صدقے نہ ہو
غرض وہ پریزاد نیچے اوتر / کھڑا ہو گیا تخت سے ہوا دھر
گلے لگ کے رونے لگی زار زار / کیا اپنے تن من کو اس پر نثار
کہا تو کہاں اور کسکا یہ جوگ / کہاں یہ لباس اور کہاں یہ لوگ
بغل کھول کر تو آپس میں مل / وہ رو یا کئے دیر تک متصل
کہی سرگذشت اسلام تلک / کہ اسطرح پہنچے ہو تم ہم تلک
کیا ایکدن تو اونہوں نے مقام / چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام
وہ جوگن وہ فیروز شاہ وہ ماہ / چلے تخت پر بیٹھ اودھر کی راہ
مربع نشین تھی جو بدر منیر / وہاں اسکو لائی وہ دخت وزیر
اکیلی اوتر وہاں سے آئی بدر منیر / لئے سوگ بیٹھی تھی وہ جیدھر
پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہے یہ / مری درد غم کی بروگن ہے یہ
ہمیں تیرے ملنے کی کب آس / کہ جینے سے اپنے ہمیں یاس تھی
کہا بار غم نے افاقت نہیں / اری کیا کہوں مجھ میں طاقت
اسے شاہزادیکا تھا حال یاد / تو یاں دیکھا اس نے زیاد
پڑے سارے پیدائش لیوا دم / محل کو جو دیکھا تو لوٹا سا گھر

خواصین جو تہین پاس وہ نازنین — سو میلی کچیلی کہین کی کہین
ہر اک عالم مین دیکھو تو رنگ — اڑا رنگ چہرے کا مثل پتنگ
غم آلودہ ہر اک زار و نزار — نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
چمن سارے ویران سی ہے — شجر گل کے اک جہاڑ سے ہے
نہ تاب و توان نہ ہوش و حواس — ضعیف و نحیف و پریشان اداس
ولیکن محل مین پڑی جب یہ — کیا مثل پروانہ اسپر ہجوم
کوئی غنچہ کی طرح کھلنے لگی — کوئی دوڑ کر اس سے ملنے لگی
کوئی آئی باہر سے گہر سے کوئی — ادہر سے کوئی اور ادہر سے
ہوا سر پہ اسکے بس اژدہام — لگی کرنے گہبرا کے سب کو سلام
وہ انبوہ جب کچھ ہوا بر طرف — تو پہر دیکھ نجم النسا ہر طرف
چلو چل کے آرام کچھ کیجئے — سمجھ اک دم سے کہنا ہے سن لیجئے
یہ سن اکدم تو وہ غش کر گئی — کہے تو آ حیرت مین مر گئی
کہا مجکو سوگند اس جان کی — غلط کہنے والی مین قربان ہوئی
کہا کیونکہ لائی کہا اس طرح — وہ سب کہہ دیا حال تہا جسطرح
کہا پہر وہ دونون کہان ہین کہا — درختون مین انکو رکھا ہی چہپا
کہا کیونکہ لائی کہا مکلا کر ہنسی — کہ مین تیری خاطر بلا مین پہنسی
یہ سن شاہزادی ہنسی کھلکھلا — کہا کیون اڑاتی ہے نجم النسا
چل اب جو چلے بس زیادہ نہ کر — انہین جا کے لے آ تو ادہر
کہا وہ تو ایسا دیوانہ نہین — وہ اس بات کو کیا کہیگا نہین
ذرا یوچھیے تو اس بات کو — کہ وہ رو برو اسکے ہو یا نہو
چہپائے ہوئے لا بٹھایا وہان — وہ خلوت کا جو تہا قدیمی مکان
کہا خیر ہے تجھکو رشک سمن — چھپے ہے کہین بہالی سی دہن
سراپے تو ہم ہے و نزاکت کا
سر سے منہ سے ساقی پلا دے شراب

نہ چوٹی گندہی اور نہ کنگھی درست — جو چالاک بنگنے وہ بہی سست
نہ آپس مین چہلین نہ وہ چہچہے — نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے
جو بیٹہین تو رونا جو اٹہین — غرض بیٹھتے اٹھتے انپر ستم
جو خوش تہین وہ حیران وہ — کہ جون زرد شیشے کی ہو آرسی
یہ دیکھا اسکا احوال نجم النسا — جل شمع کی طرح آنسو بہا
سنی ایک سے ایک نے خبر — مبارک سلامت ہوئی دگر
تکے کوئی صدقے لانے لگی — کوئی سر سے روٹی جہوا لنے
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی — لگی کرنے آپس مین چرچا کوئی
کہا بیبیو کل کہونگی مین حال — کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال
کہا شاہزادی تو آتی نہین — ادہر اپنی تشریف لاتی نہین
گئی جبکہ خلوت مین بدر منیر — کہا مین لے آئی ترا بے نظیر
تعجب سی پوچھا کہ سچ ہے یہ — دیا چہیڑ تیکو مری کچھ ہے
نشاط و خوشی کی خبر یک بیک — نہین منہ پہ بیٹھی ... ٹھرک
ترا قیدی جا کر چھڑا لائی ہون — اور الک اور بند ہوا ٹرا لائی ہون
عجب آفت مین ہوئی تہی جدا — کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا
سو اب ایک کو تو لے آئی ہین — ہوا دوسرے کو بتاتی ہو نہین
ارے ایک ہی تو بڑا قہر ہے — کہین تو ہوا امرت کہین زہر ہے
کہا پہر پریزاد کے روبرو — بغیر از کسی کے کہے ہو گئے تو
اگر دل مین تیرے وسواس — نہین دور وہ بہی تری پاس
یا سنکر شتابی گئی وہ نگار — لیا جا کے آہستہ اسکو پکار
پہر اس سے یہ پوچھا کہ اے بینظیر — کہے تو چلی آوے بدر منیر
مری جان و مال اسپہ قربان — کہا اسکے سب ... مری جان ہے
مجھے اس سے پردہ ہے کس کا نکالا
کہ ملنے مین باہم ... آفتاب

داستان بینظیر و بدر منیر کے ملنے اور اس کے باپ کو جو سپاہ کا رقعہ لکھنے مین

یہ کہہ کر ... وہ پردہ نشین — چلی آئی وہان ناز سے نازنین
نظیر ... نظر ... ایک بار — کئے چشم نے لال و گوہر نثار
صبا سے پہر آکر جو بیٹھی وہ پاس — سپہر آئی گیا ... ہوش دہواں
ادہر اشک خونین ادہر چشم نم — ... اسکا ... اسکا غم

پھر آگے تو معلوم ہے تم کو سب
جو ملتے ہین بچھڑے ہوے ایکجا
کٹی رات حرف و حکایات مین
چھپا ماہ نے اپنے اوپر نقاب
لگے روز کو ساتھ آنے لگا
گیا عقدہ صبح اسدم جو کھل
دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار
نہا دھو کے نکلی عجب آن سے
ہوے انگ اُبٹنے لگائی یہ اور
وہ لے ساتن اور وہ منہ کی رکس
تمامی کی سنجاف اسپر لگا
گلے کی صفائی وہ کرتے کا چاک
ملاہٹ وہ بنیٹھنی کی اس سے نمود
سنت گرد اسکے نہ کیونکر پھرے
جواہر سجا اپنے موقع سے کل
کچھوری وہ چوٹی زریکا موباف
بنی جبکہ اس رنگ وہ رشک حور
حیا سے نہ کی بات نہ کچھ کہا
چھپے عیش و عشرت وہ کرتے
یہ شہرا سکے نکلے وہ دو ماہرو
سہی ہے یہ تکلف آرام کو
جب آپسمین یہ شوری ہو گئے
رہین گھر مین پھر جا کے ماں باپ کے
کرا سا ہے سلطنت کا درست
سلطان کہ جو تھا شاہ نجم سپاہ

کہ ہم تم ملے پھر اسی کے سبب
انہین نیند باتون آتی ہی کب
سحر ہو گئی بات کی بات مین
اٹھا بستر خواب سے آفتاب
وہ سوتون کو شب کے جگانے لگا
نکل آئے ادہر سے اودہر وہ گل
چمن مین نئے سر سے آئی بہار
کہ الماس نکلے ہے جون کان سے
کہ پوشاک کی سرخ لالے کے طور
کہ جون شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک
طلا کی طرح سے دیا گد گدا
تراشے کی انگیا کسی ٹھپیا سے ٹھاک
کہ جون سرخ چہرے پہ خال کبود
کہ وہ پان گوکھرو لہر کھا کھا مرے
ترشح مین ہو جیسے نادیدہ گل
کہ جون دود کے بعد شعلہ ہو صاف
چلی آئی غیرت سے شہ کے حضور
وہ لے جی سے قربان اسیر ہوا
یہ غیرو نکے چرچے سے ڈرتے
کہ اس بات کو کیجے ایک سو
یہ ناکامیان ورنہ کس کام کو
ادہر اودہر کے دو دو گئے
کہ دیکھین کہ اب ہم قدم آپکے

یہ آپسمین کہا حال دل رو اٹھے
پریزاد و نجم النسا وان جلد ہی
شب وصل کی جو سحر ہو گئی
صبوحی کو اوٹھتا ہے جیسے مدام
ہوا چشم واجب وہ مژگان دراز
اوٹھے جبکہ آپسمین گلفام وے
وہ جوگن ہوئی جو نجم النساء
نہانے سے نکلا عجب سا روپ
جلانے کو عاشق کے دکھلا پھر
نکیلی وہ اٹھی سجی چھاتی یان
اسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس
وہ کنچن سی اسمین کچیان لال لال
گہے تو لئے اپنے منہ پر نقاب
وہ پاجامہ سبز کمخواب اور
وہ کنگہی کچھی اور وہ ابرو کچھی
عروسانہ اٹھنے کیا جو لباس
پریزاد تو قتل ہی ہو گیا
وہ بن ٹھن کے آپسمین بیٹھے
اگرچہ بہ اک وصل سے شاد تھا
غضب جو لون مین دو بارا
نصیب اس طرح سے جو یارا کر
وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر
نکل بے نظیر اور فیروز شاہ

وہ کہنے کو سوئے لیک سوا اٹھے
الگ اپنی باتون مین سرگرم تھے
لو سوتون کو گویا خبر ہو گئی
شراب شفق سے بھرے جام
سپید و سپہر مین ہوا امتیاز
گئے باری باری سے حمام وے
جمی گرد وہ اپنے تن کی چھڑا
نکل آئی بدلی سے جیسے دھوپ
کیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن
پھر بنا اپنی جوبن مین اٹھلائیان
تصور مین جیسے سرخ جھلکے قیاس
بہرے رنگ سے قفقے کی شال
شفق مین چھپی جون سہ وا آفتاب
دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور
ہر اک آن مین اپنے سر کو
تو آنے لگی خون کی اسمین باس
کہے تو کوئی جان سے مر گیا
بہم راز دل اپنا کہنے لگے
جو لیے ہجر کا غم اونہین یاد تھا
چھپے کب تلک آشکارا رہین
عیان کیون نہ ہم خواستگار کریں
کچھ اک کر بہانہ وہ دونون شہر سے
کسی شہر مین لیکے فوج و سپاہ
پھرا سے اسی جا پہ چالاک چست
جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ بھیجنا بے نظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری مین بدر منیر کے

کیا نامہ یون ایک اسکو رقم
جہان سے جا عزت زمان کرم
نوازش سے اپنی کرم کیجیے
جہان پر ہے روشن کہ مین ماہ
بیان سب کیا ماضی و حال کا
کہ جو ہووے برعکس شرع شریف
کیا یہ جو مسعود شہ کو پیام
اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
نہ تازی نہ کچھ یہ رسم پیوند کر
لکھا نامہ اسکے یہ اک جواب
کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا
شریعت کے عالم مین مجبور ہین
کسی پاس دولت یہ رہتی نہین
رئیس ہم کو ہی پاس شرع رسول
اک اچھی سی تاریخ ٹھہرا لیجے
سنی جو نامہ کی کذت شنید
ہوئین ہر طرف سے دل آزاریان

کرا ہی شاہ ساہان واہی فخر جم
دل رستم گرد حاتم ہمم
غلامی مین اپنی مجھے لیجیے
ملکزادہ ابن ملک شاہ ہون
تجمل لکھا فوج و اموال کا
وہ ہے اپنے مذہب مین اپنا
سنا اور پڑھا خط کا مضمون
پھر آخر خدا جانے کیا رنگ ہو

فریدون مثال و سکندر نژاد
مین وارد ہون یہان ایک مہمان
ہمیشہ سے ہے راہ و رسم یہان
ہر اک مجھ سے واقف ہے برنا و پیر
جتنا کر بہت عجز اور انکسار
اگر مانئے خیر تو مانیے
سمجھ اسکا مضمون مسعود شاہ
اور آخر یہی ہے زمانہ کی چال

مراد جہان و جہان مراد
لیے آئی ہین مجکو یہان نصیب
کہ ہے نام میرا شہ بے نظیر
کہ ہے نام میرا شہ بے نظیر
لکھا اک خط نامہ آخر کی بابت
نہین آپ آیا ہین جانیے
کہ اتنی ہے فوج اور یہ کچھ سپاہ
کہ پیوند ہوتے ہین باہم نہال
ہمیشہ سے عالم بر و بحر
پس از نعت انبیا علیہم السلام
وہ راز نہان اپنے ہاتون کھلا
نہین اپنے نزدیک ہم دور ہین
وگرنہ گھمنڈ آپکا کیا ہے یہ
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید
اڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر
اسیدن سے ہونے لگے راگ رنگ
مقرر کیا نیک ساعت کا دن

جواب نامہ بے نظیر کا ملک مسعود شاہ سے

سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہین
سو اسواسطے کرتے ہین قبول
دیا حکم ہم نے تمہین آپ لے
ہوئی شاہزادی کو گویا کہ عید
لگی ہونے شادی کی تیاریان

ولے کیا کرین رسم دنیا ہے یہ
خلاف پیمبر کیسے رہ گز یہ
کیا ایلچی لے کے نامہ ادھر
کشادہ ہوئے دل جو تھے غم سے
بلا شگنون کو بتا سال و سن

داستان بے نظیر اور بدر منیر کے بیاہ اور اس کے تجمل مین

کدھر ہے نواسے ساقی گلبدن
وہ اسباب شادی کا تیار ہو
محل سے نکلتے ہی وہ سوار
وہ دولہے اٹھتے ہی اک غل
لگا کہنے کوئی ادھر آئیو
کوئی پالکی مین چلا ہو سوار
وہ شہنائیون کی سہانی دھنین

دھری آج اس شمر دکی لگن
مکرر نہ پھر جس کی تکرار ہو
بجے شادیانے بہم ایک بار
لگا دیکھنے اسکے چھوٹا بڑا
ارے رنجتہ شتابی مری لائیو
سوارون کے گھوڑے سے بھڑکنے
جیسے گوش زہرہ مفصل سنین

بلا مطربان خوش آوازہ کو
بڑھی خواہشون جب آباد روز
کرون اس تجمل کو کیونکر عیان
کوئی دوڑ گھوڑون کو لانے لگا
کسی نے کسی کو پکارا کہین
جو کثرت مین دیکھا کہ گاڑی پہیلے
خواصون تمامی کے قسمت دہان

کہ آدین لئے اپنے سب سازکو
چڑھا بیاہ نے وہ مہ شب فروز
کہ باہر ہے تقریر سے یہ بیان
کوئی ہاتھیون کو بٹھانے لگا
نہ لاتے یہ سایہ کے مارا کہان
کوئی مانگے تانگے یہ پہنا کہان
ادا ہی لگا ہی نہ بادہ کنان

ہوئی وہ جو ہونی تھی رسم و رسوم
وہ نجم النسا تھی جو دخت وزیر
سو میں تجھ سے رکھتا ہوں اک
پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ
وہی سب تجمل وہی سب رسوم
اسی طرح اسکو بیاہا غرض
ہوئی متصل یہ جو دو شادیاں
خوشی سے لئے حسرت و جان و مال
رضا ان سے لیکر اسی آن میں
تم اس غم سے مت ہو جیو سینہ

کہ ظاہر میں تھی یہ بھی درکار
گیا اسکے والد کنے بے نظیر
کہ تو اسکو فرزندی میں اپنی لا
دیا نجم النسا نے اسکو بیاہ
ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں دھوم
جو کچھ قول تھا سو نباہا غرض
بسیں ایک جا چار آبادیاں
چلے شہر کو اپنے وہ حال حال
گئے شاد و خرم پرستان میں
کہ ہم تم سے ملتے رہیں گے ہمیشہ

اٹھایا اسی دھوم سے گلتے آ
کہا باپ کو اسکے ای خیر خواہ
غرض ہر طرح کر رضا مند اسے
اسی دھوم سے اور اسی فوج
دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں
خدا راست لایا انہوں نے جو کام
پھرے دن الٰہی اپنے پھرے
وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ
یہ اقرار چلتے ہوئے کر گئے
تسلی وہ دیکر ادھر کو چلے

پریزاد کا بیاہ جو تھی کے ساتھ
مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ
کیا حال میں اپنے پابند اسکے
اسی شان سے اور اسی آن
برابر رکھی چہل دن رات میں
بر آسودہ دلوں کے مطالب تمام
وہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے
فلک پر سے مثل خورشید و ماہ
کہ گو تم ادھر اور ہم ادھر ہو گئے
یہ ایدھر لئے اپنا لشکر چلے

داستان بے نظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور یہاں باپ سے ملاقات کرنے میں

پلا ساقیا آخری اک جام
کیا جبکہ خلقت نے تفتیش حال
خبر یہ ہوئی جبکہ ماں باپ کو
لگے رونے آپس میں زار و نزار

کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام
اور آنکھوں سے دیکھا وہ بدر کمال
کیا گم انہوں نے وہیں آپ کو
کہا ہائے ہم کو نہیں اعتبار

وہ نزدیک پہونچے جب اس شہر کے
پڑا شہر میں یک بیک پھر یہ غل
زلیں تو دل تھا ہی سے بھرا
ملا ویگا ہم سے ہمارا حبیب

کہا پاس جا خیمہ اک شہر کے
کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل
یہ سن گئے ہاتھ پاؤں تھر تھرا
یہ دشمن نہیں اپنے نصیب

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی
وہ آتا تہا جیسے کہ بیٹا اُدہر
گرا پاؤن پر رکہکے یہ باپ کے
اٹھا سر قدم پر سے چہاتی لگا
ملے پھر تو آپس مین وہ خوب سے
ہوئے شاد و خورم صغیر و کبیر
بڑی دھوم سے اور بڑی آن سے
زنانی سواری اوترا وسے شتاب
گرا ستے مین آگے نظر جو پڑی
وہ ماں خوب بیٹے کے گلے
ہوئی جان اور جی سے اسپر نثار
سب آپس مین رہنے لگے پہر ملا
زہیں باپ ماں کو بھی سہرے کی چاہ
بنا اُنکی تقدیر کا جو بناؤ
محل مین عجائب ہوئے چہچہے
وہی لوگ اور وہی چرچے تمام
اونہون کے جہان مین پہر
ہوئے وہ شاد ہون شاہ ہم
خوشی اسکی ہے سرو باغ مراد
ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا
جوانیمین جب مین سہ گیا ہون آب
نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان
ہر اک بات پر دل کو مین خون
غرض جسنے اس کو سنا یہ کہا
مرے ایک مشفق ہین مرزا قتیل
زمین شعر کہتے ہین وہ فارسی

یہ بیٹا تمہارا وہی ہے وہی
پڑی باپ پر جو یکایک نظر
خدا نے دکہائے قدم آپکے
لپٹ کے گھڑی دو تلک
کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے
چلے لیکے نذرین امیر و وزیر
بجاتے ہوئے نوبتے شان سی
پکڑ اس گل نو شگفتہ کا ہاتھ
تو دیکہا کہ ہے راہ مین ماں کھڑی
یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
پیا پانی ان دونون پر وار وار
پہر آگئے جہین ہین وہ گل کہلا
دوبارہ اونہون نے کیا اسکاہ
نکالے انہون نے یہ سب دل کے
وہ مرجہائے گل پہر ہوئے لہلہے
وہی ناز اور انداز کے اپنے کام
ہمارے تمہارے بچھڑ سب ملیے
رہین شہر مین اپنے آباد ہم
رہے اسکا روشن چراغ مراد
کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
تب ایسے ہوئے سخن بے نظیر
نہین مثنوی ہے یہ سحر البیان
تب اس طرح رنگین یہ مضمون
حسن آفرین مرحبا مرحبا
کہ ہین شاعر اہ سخن کی دلیل
ہر اک شعر اُنکا ہے جیون آرسی

مگر رشتہ جب کہ بیٹے کا نانون
جو ہین اپنے کعبہ کو دیکہا روان
سنی یہ صدا جو ہین اس ماہ کی
یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا
وہ دل دل شگفتہ ہوا گل کی طرح
ملے عیش سے سب کو مستی ہوئی
وہ پہولا جو تنہا تہا پہر کے داغ مین
برآمد ہوا گھر مین سرو روان
بہی چشم سے آنسون سے قطار
ہوا اور بیٹے کو چہاتی لگا
جگر پر جو تھے درد و غم کے داغ
وہ آنکہین جو اندہی تہین بینا ہوئین
لکھون مین گر اس سیاہ کی دھوم
وہ جیسی کہ اس باغ مین تھی خزان
ہوا شہر پر فضل پروردگار
وہی بلبلین اور وہی بوستان
ملے سب کے سب بچھڑے الٰہی تمام
رہے شاد نواب عالی جناب
بحق حسین و بحق حسن
زمین شعر کی اس کہانی مین صرف
نہین مثنوی ہے یہ اک پھلجھڑی
رہیگا جہان مین مرا اس سے نام
اگر واقعی غور تک کیجیے
جو منصف سنینگے کہین گے یہی
سنی مثنوی جب یہ مجھ سے تمام
انہون نے ستالی اٹھا کر قلم

چلا پہر تو روتا ہوا ننگے پاؤن
چلا سر کے بل بے نظیر جہان
تو اس غم رسیدہ نے آہ کی
کہ لے کے آنسو کا لشکر چلا
یہ گل کی طرح اور وہ بلبل کی طرح
نئے سر سے آباد بستی ہوئی
ہوئے جا کے داخل اسی باغ مین
لئے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہان
گرا ماں کے قدمون پر ایکبار
وہ دونون کی دو ہاتھ سے لی بلا
سمجھے وصل سے ہجر کے دو چراغ
زمین جو تھی خشک گلشن ہوئی
نہ پھر یہ کہانی نہ ہو وے تمام
لیے آکے پہر انہین سب گل رخان
وہی شاہزادہ وہی شہریار
شگفتہ گل و جمع دوستان
بحق محمد علیہ السلام
کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
رہون شاد مین بھی غلام حسن
بیاں سے یہ نکلے ہین موتی سے حرف
مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی
کہ ہے یادگار جہان یہ کلام
صلہ اسکا کم ہے جو کچھ دیجیے
نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
دیا اسکی تاریخ کو انتظام
یہ تاریخ کی فارسی مین رقم

تاریخ طبع زاد مرزا قتیل

پئے تلفیق تاریخ این مثنوی
بدوم غوطہ در بحر فکر رسا
کہ گفتش حسن شاعر دہلوی
کہ آرم بکف گوہر مدعا
بگوشم ز ہاتف رسید این ندا
بہ بین مثنوی باد ہر دل فدا
سنہ ۱۱۹۹ھ

تاریخ طبع زاد مصحفی

مبارک مصحفی کو جو بھایا یہ طور
انہوں نے بھی کر فکر از راہ غور
لکھی اس کی تاریخ یوں برمحل
یہ قصہ نہیں چین ہے بے بدل
سنہ ۱۱۹۹ھ

تاریخ فخر الدین ماہر کی

سنی جبکہ ماہر نے یہ مثنوی
تو منظور ہو فکر تاریخ کی
یہ مصرع پڑھا دوہن پاکر فرح
ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح

تمام شد سحر البیان مثنوی میر حسن

گلشن جانفزا

سو کھلے گلہائے خوشبو جابجا ہیں یہ قصہ کیا پھلا پھولا چمن ہے۔ مصنف کی قلم سحر رقم کا کیا کہنا کہ صفحہ قرطاس پر ہزاروں گل کھلائے ہیں۔ سطح کاغذ پر سیکڑوں پھول بوٹے بنائے ہیں۔ قصہ مذکور جو بجواب فسانۂ عجائب سرور لکھا گیا ہے سراپا عجائب باتوں سے بھرا ہے۔ شاہزادہ کی طبیعت خواب میں ملکہ پر آجانا۔ اٹھکر بیصورت گھبرانا۔ تلاش یار میں نکلنا۔ جوگی بنکر چلنا وزیرزادہ کا ہمراہ ساتھ دینا۔ رنج و کلفت سر پر لینا صحرا بہ صحرا پھرنا۔ فضا میں آرام پانا۔ آرام جان پری کا سوتے میں اٹھا لیجانا آخر شہزادہ کے راز دل پر آگاہ ہوکر ترکیب عملی کرنا۔ سنگ رقابت دل پر دھرنا۔ شاہزادہ کی معشوقہ کو لانا۔ شاہزادے سے ملانا پھر اس کی خفگی۔ اس کی دلدہی۔ آخر نکاح کے لئے تیار ہونا۔ نئی مصیبت سے دوچار ہونا۔ بعد کشمکش بسیار وطن پہونچنا۔ عزیزوں سے ملنا۔ عاشق و معشوق کا یکجا ہونا۔ رنگ کلفت آئینہ دل سے دھونا۔ بادشاہی کا بیان ختم داستان قیمتا شور عشق حصہ دوم گلشن جانفزا قابل دید ہے۔ قیمت ۸؎

الف لیلا

شمس زمانہ کا نادر فسانہ۔ شہریار کا اپنی بیوی کے بد افعال دیکھ کر اس کو قتل کرنا اور اپنے بھائی کی مملکت پر جانا اس کی بیوی کو بھی اس حال میں مبتلا پانا۔ دونوں بھائیوں کا دست بردار سلطنت سے ہوکر سیاحی کرنا۔ پھر بادشاہی کرنا اور شہرزاد کا وعدہ کرکے اپنی جان بچانا اس کی چار جلدیں ہیں قیمت صرف [illegible] ہے